ماهنامہ

حکمت بالغہ

جنوری 2010

مدیر:انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان
فون اور فیکس:0092-47-7628361
ای میل:hikmatbaalgha@yahoo.com
ویب سائٹ/http://jhanghikmat.co.cc یا
www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

فرمانِ خداوندی

سورۃ التغابن

سورۃ التغابن ایمان کے بیان میں نہایت جامع سورت ہے۔اس میں ایمان کے تین اجزاء کا تفصیل سے بیان بھی ہے اور ایمان کے نتیجے میں انسان کی سوچ وفکر اور اس کے انفرادی و اجتماعی معاملات میں جو انقلاب برپا ہونا چاہیے' اس کا بیان بھی ہے۔اس سورت کے دو رکوع ہیں۔ پہلے رکوع میں ایمان کے تین اجزا کو بیان کیا گیا ہے۔سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ہستی، توحید اور صفاتِ کمال پر آیاتِ آفاقی کی شہادت کا ذکر ہوا ہے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اللہ کی پاکی بیان کر رہا ہے اور پھر اس کے مقام و مرتبہ اور اس کی بعض صفاتِ کمال خصوصاً قدرت اور علم کا بیان ہوا ہے۔ پھر رسالت کے باب میں انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے والی قوموں کے عذابِ الٰہی سے ہلاک ہونے کے بیان کے ساتھ ان کی اس اصل گمراہی کو بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ انہوں نے بشریت اور نبوت و رسالت کو ایک دوسرے کی ضد خیال کیا۔اس کے بعد منکرین بعث بعد الموت کی شدت سے تردید اور قیامِ قیامت اور حشر و نشر اور جزا و سزا کا بیان اور اس حقیقت کا اظہار ہے کہ اصل ہار جیت اور کامیابی ناکامی کے فیصلے کا دن ہوگا۔

دوسرے رکوع میں ایمان کے ثمرات کا بیان ہے یعنی (۱) تسلیم و رضا۔(۲) اطاعت و انقیاد۔ (۳) توکل و اعتماد۔(۴) علائق دنیوی (مال و دولت، اہل و عیال) کی فطری محبت کے پردہ میں انسان کے دین و ایمان اور آخرت و عاقبت کے لیے جو خطرہ پوشیدہ ہے اس سے متنبہ اور چوکس رہنا۔ البتہ یہ بھی نہ ہو کہ انسان گھر کو میدانِ جنگ ہی بنا ڈالے، اس کے برعکس بہتر ہے کہ عفو و درگزر کی

روش اختیار کی جائے۔(۵) تقویٰ۔(۶) سمع وطاعت۔(۷) انفاق فی سبیل اللہ، جس کی اہمیت پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔

اللہ کی تسبیح کرتی ہے

ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

اسی کی سچی بادشاہی ہے اور اسی کی (کل) تعریف ہے

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا

پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مؤمن

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے

اسی نے آسمانوں اور زمین کو مبنی برحکمت پیدا کیا

اور اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی پاکیزہ بنائیں

اور اسی کی طرف (تمہیں) لوٹ کر جانا ہے

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب جانتا ہے

اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور کھلم کھلا کرتے ہو اس سے بھی آگاہ ہے

اور اللہ دلوں کے بھیدوں کا بھی علم رکھتا ہے

کیا تم کو ان لوگوں کے حال کی خبر نہیں پہنچی جو پہلے کفر
(اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کے احکام کا انکار) کر چکے

تو انہوں نے اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ لیا

اور (ابھی) دکھ دینے والا عذاب (اور) ہونا ہے

یہ اس لئے کہ ان کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آتے

تو یہ کہتے: کیا آدمی ہمارے ہادی بنتے ہیں؟

تو انہوں نے (ان کو) نہ مانا اور منہ پھیر لیا
اور اللہ نے بھی بے پرواہی کی

اور اللہ غنی (اور) سزاوار حمد (وثنا) ہے

صدق الله العظيم

حرفِ آرزو

انجینئر مختار فاروقی

☆ حکمت بالغہ کے نئے قارئین کے لئے یہ بات خوشی اور اطمینان کا باعث ہوگی کہ دسمبر 09ء میں حکمت بالغہ نے اشاعت کے تین سال مکمل کر لیے ہیں اور الحمدللہ جنوری 10ء سے اشاعت کے چوتھے سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ اس عرصے میں کئی نشیب وفراز آئے ہیں مگر یہ صرف اس ربِّ ذوالجلال کا احسان اور کرم ہے کہ اس نے ہمیں ہر مشکل سے عزت وآبرو کے ساتھ نکالا ہے۔

☆ اس موقع پر اللہ ﷻ کے احسانات کا جتنا شکر بھی کیا جائے وہ کم ہے کہ یہ سلسلہ صرف اسی ذات اقدس کی توفیق سے ہی جاری ہے اور اس کے ذریعے جو کم یا زیادہ خیر پھیل رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری قبولیت کی نشانی ہے۔

☆ ادارہ اور اس کے وابستگان، قرآن اکیڈمی کا عملہ، انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ کے ممبران اور ذمہ داران سب اس موقع پر اپنے رب کے حضور عاجزی کے ساتھ اس کے احسانات کا شکر ادا کر رہے ہیں۔ قارئین کرام سے بھی استدعا ہے کہ وہ دعا فرمائیں کہ جب تک اس جریدہ سے کوئی خیر پھیلتا رہے اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو جاری رکھے۔ آمین

☆ گزشتہ تین سالوں پر نظر ڈالیں تو ایک سلسلہ ’’قرآن مجید کی پانچ بنیادی اصطلاحیں‘‘ کے نام سے شروع کیا تھا: نور، ہدایت، حیات وممات، ارادہ اور صلوٰۃ‘ ان میں سے الحمدللہ چار اصطلاحات پر اپنی بساط کے مطابق ہم نے اظہار خیال کر دیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مفید بنائے۔ اور پانچویں اصطلاح پر اپنی گزارشات جلد ہی قارئین تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے

چاہا تو اس کو کتابی شکل میں بھی شائع کریں گے۔

☆ قرآن اکیڈمی جھنگ میں عوامی بیداری اور آ گہی کے لئے تاریخ کی 20 نامور شخصیات کے حالات پر ماہانہ سیمیناروں کا سلسلہ مئی 06ء سے اپریل 08ء تک جاری رہ کر اختتام پذیر ہوا ــــــــــــــ دوستوں اور قارئین حکمت بالغہ کی خواہش پر ان سیمیناروں کے مواد کو افادۂ عام اور زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے لئے ان صفحات میں شائع کرنے کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا جسے بحمداللہ لوگوں نے مفید پایا ہے۔اس شمارے میں اس سلسلے کی 14ویں شخصیت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے حالات کا تذکرہ ہے۔

☆ ہماری اس کاوش کا حاصل یہ ہے کہ 'تاریخ' کی تدوین کے عمومی انداز سے ہٹ کر (جس میں صرف مسلمان بادشاہوں کی تاریخ ترتیب وار بیان کردی جاتی ہے) اسلام کی نظریاتی تاریخ اور اس کے راستے میں موانعات اور دشمنانِ وحی و نبوت و رسالت کے سیاہ کارناموں سے پردہ اٹھا کر واقعات کا صحیح تسلسل سامنے لایا جائے اور اس ضمن میں ماضی میں ہمارے اسلاف میں سے کس شخصیت نے کن مشکل حالات میں کیا کام کیا ہے اس کو اجاگر کیا جائے۔ یہ سلسلہ سال کے آخر تک ان شاءاللہ مکمل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو اسے بھی ایک کتاب کی شکل میں شائع کریں گے تا کہ قارئین حکمت بالغہ سے بھی وسیع تر حلقہ تک ان خیالات کا ابلاغ ہو سکے۔

☆ قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہر سال مئی، جون، جولائی اور اگست میں 25 روزہ کل وقتی تربیت گاہیں ہوتی ہیں جس میں کراچی سے پشاور تک لوگ (نوجوان، کاروباری اور ملازمت پیشہ حضرات) تشریف لا کر استفادہ کرتے ہیں۔ امسال بھی یہ تربیت گاہیں ان شاءاللہ منعقد ہوں گی موجودہ صورت حال میں ان تربیت گاہوں سے استفادے کی شکل محدود ہے کچھ احباب کی رائے ہے کہ اس 25 روزہ کورس کے اسباق کو حکمت بالغہ کے صفحات میں شائع کر دیا جائے تا کہ اس کے اثرات وسیع حلقے تک پھیل سکیں۔ بحالات موجودہ یہ تجویز قبل از وقت ہے تاہم اللہ تعالیٰ نے وسائل دے دیے اور دوسری ناگزیر مصروفیات سے فرصت میسر آ گئی یعنی اللہ تعالیٰ نے چاہا تو

ضروران اسباق کو بھی دائرہ تحریر میں لا کر ہدیۂ قارئین حکمت بالغہ کر دیں گے۔

ایک حدیث مبارکہ میں قیامت کی دس نشانیاں بیان ہوئی ہیں اور دوسری احادیث میں ان امور کی مزید وضاحت بھی ہے۔ ارادہ ہے کہ اس سال کے دوران اس حدیث مبارکہ کے حوالے سے دور حاضر کے ظروف واحوال اور تناظر میں ان دس نشانیوں کی وضاحت کر دی جائے تا کہ یہ معلومات مسلمانوں کی عمومی بیداری کا سبب بن سکیں اور غیروں کی ریشہ دوانیوں سے آ گہی ہو، ابلیسی طاقتوں کے زوال اور حق و باطل کی موجودہ کشاکش میں حق و باطل کی بالا دستی کے ضمن میں ہماری ذمہ داریوں کی وضاحت بھی ہو جائے اور ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کا احساس بیدار رہو۔ یہ باتیں بادی النظر میں چھوٹا منہ اور بڑی باتیں محسوس ہوں گی تاہم اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اگر ان مساعی میں ہمارے اور ملت کے لئے کوئی خیر ہے تو اس کی توفیق ارزانی فرما دے تا کہ ہم اس ذمہ داری کو با حسن طریق ادا کر سکیں۔ وماذالك علی الله بعزیز

☆ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی تاریخ کے سو سال 1910ء۔ 2010ء ہمارے نزدیک بہت اہم ہیں۔ اس وقت ایک مسلمان عالمی طاقت خلافت عثمانیہ زوال پذیر ہو کر ختم ہو گئی اور عین اسی وقت جنوبی ایشیا میں مسلمانوں نے بیدار ہو کر اس گرتے ہوئے علَم کو اٹھا کر سینے لگا لیا۔ یہ مضمون ان شاء اللہ چار یا پانچ اقساط میں حکمت بالغہ کے صفحات میں شائع ہوگا۔ پہلا حصہ اس شمارے میں شامل ہے جو 1910ء۔ 1940ء تک کے حالات پر مشتمل ہے امید ہے کہ تمام قارئین حکمت بالغہ اس کے مطالعہ سے اپنے جذبوں کو تازہ کر کے زیادہ زور وشور سے اپنی دینی، ملکی اور ملّی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کمر بستہ ہو جائیں گے۔ السعی منا و الاتمام من الله

☆ پچھلے سال کی طرح اس سال بھی اسلامی اور عیسوی سال قریب قریب شروع ہو رہے ہیں قارئین کرام کو دونوں اعتبار سے سالِ نو مبارک ہو۔

اللهم اجعل لنا هذه السنة بالأمن و الإيمان و السلامة و الإسلام و وفقنا لماتحب و ترضى

☆ اس شمارے سے چوتھے سال کی پہلی اشاعت کے موقع پر حکمت بالغہ کے ٹائٹل کا

ڈیزائن تبدیل کرر ہے ہیں امید ہے کہ آپ اسے دلکش اور دیدہ زیب پائیں گے۔گزشتہ دو شماروں میں ''اتحادامت کے لئے کرنے بنیادی کام'' کے عنوان سے دوقسطوں میں ایک تحریر شائع کی گئی ہے آپ نے ضرور اس کا مطالعہ کیا ہوگا آپ اپنے تأ ثرات ہمیں ضرور ارسال کر دیجیے اس سے ہماری اصلاح اور حوصلہ افزائی ہوگی اوران آراء کی روشنی میں اہل فکر ونظر آئندہ کی مساعی کا صحیح رُخ متعین کرسکیں گے نیز اتحاد کے ضمن میں کی جانے والی کوششوں میں آپ کا حصہ بھی شامل ہوجائے گا۔اس تحریر کا خلاصہ نوائے وقت سنڈے میگزین 13 دسمبر 09ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

☆ ملکی حالات سب کے سامنے ہیں ایک طرف دینی مذہبی جماعت گو۔امریکہ۔گو کی تحریک چلارہی ہے دوسری طرف حکومت گو۔مَ۔گو کی کیفیت سے دوچار ہے کہ امریکہ سے کہیں تو کیسے کہیں کہ وہ چلا جائے۔ عام مسلمان کے لئے موجودہ حالات میں کرنے کا کام کیا ہے؟اس کے لئے امیر تنظیم اسلامی پاکستان، ماہنامہ میثاق لاہور اور ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور کے مدیر اور جامع مسجد باغ جناح لاہور کے خطیب حافظ عاکف سعید صاحب مدظلہ کو یکم جنوری 10ء کے جمعۃ المبارک کو قرآن اکیڈمی جھنگ کی جامع مسجد میں خطاب جمعہ کی دعوت دی ہے۔اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ خطاب بھی بعدازاں ہدیۂ قارئین کریں گے۔

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی　　　کوکب غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس وخاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی　　　گل برانداز ہے خونِ شہدا کی لالی

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

1910ء تا 2010ء

جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی

احیائے خلافت کی جدو جہد کا حاصل

ہم کہاں کھڑے ہیں؟

2009ء کے اختتام پر ہم پاکستان، ہند، بنگلہ دیش (اور افغانستان و ایران) کے مسلمان بظاہر ایک قسم کی مایوسی کا شکار ہیں اور بالعموم پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر امریکی یا مغربی بالادستی کا راگ الاپا جارہا ہے۔ جبکہ صہیونی قوت مسلمانوں کے اس فکری انتشار، سیاسی خلفشار اور امریکی غلامی پر مغرور اور خوش ہے۔ آج کل چونکہ مغرب کی غلامی کے زیراثر ہم نے تاریخ کو عام طور پر اپنے نصاب سے نکال دیا ہے۔ اور آج کا نوجوان ماضی قریب کی تاریخ سے بھی حقیقی طور پر واقف نہیں ہے، مطالعہ پاکستان میں بھی پاک و بھارت دوستی کا رنگ غالب ہونے کی وجہ سے تقسیم ہند کے وقت کی کیفیات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا جبکہ ہماری نئی نسل کا ذہین طبقہ جو بالعموم ڈاکٹر اور انجینئر بننے کیلئے سائنس کے مضامین کا انتخاب کرتا ہے وہ تاریخ اور مسلمانوں کے عروج وزوال کے ضمن میں ماضی سے نابلد، مستقبل سے غافل اور حال مست رہتا ہے۔ اور ع ''نہ ابتدا کی خبر نہ انتہا معلوم'' کی کیفیت سے دوچار رہتا ہے۔ ہمارے اکثر سیاسی رہنما اور تاجر حضرات بھی تاریخی عوامل کا کردار نہ سمجھنے کی وجہ سے

حالات کا صحیح تجزیہ نہیں کر سکتے۔

جبکہ صحافی حضرات مغربی زاویہ نگاہ سے پڑھ کر آگے آتے ہیں تو سوائے معدودے چند مخلص صحافیوں کے سب مغربی انداز فکر اور طرز استدلال اور مغربی نقطہ نگاہ سے حالات کو دیکھ کر امریکی اور صہیونی عزائم کے مطابق حالات کا تجزیہ کرتے ہیں اور بیک وقت مغربی آقاؤں کو خوش کرنے اور مسلمانوں کو مایوسی اور اندھیرے میں دھکیلنے کا کام کرتے ہیں۔

ذیل میں ہم برطانوی ہند کے مسلمانوں کی ایک صدی (1910ء تا 2010ء) کی جد و جہد آزادی، قیامِ پاکستان کی تاریخ ساز تحریک اور پاکستان کی 62 سالہ امریکی وصہیونی غلامی پر چار حصوں میں روشنی ڈالنے کی سعی کر رہے ہیں جس میں پہلی کاوش 1940ء تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ امید ہے کہ قارئین اس کو مثبت اور مفید پائیں گے۔

برطانوی ہند میں 1910ء سے 1940ء تک

مسلمانوں کی حالت زار اور

علامہ اقبال کی بے مثال فکری بصیرت

انجینئر مختار فاروقی

جنوبی ایشیا میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاخت و تاراج، اپنوں کی غداری، مغلیہ سلطنت کا خاتمہ اور بالآخر بنگال سے درّہ خیبر تک تاجِ برطانیہ کا اقتدار ابھی ڈیڑھ صدی قبل کی بات ہے۔ 1857ء میں مسلمانوں کی طرف سے شروع کی گئی آزادی کی جنگ کو کچل کر یورپی استعمار نے یہاں پنجے گاڑ لیے اور دنیا کا ایک وسیع زرخیز علاقہ مغربی اور صہیونی منصوبہ سازوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

یورپی استعمار کے مقاصد

یورپ میں سائنسی ترقی، مشینوں کی ایجاد اور بے پناہ صنعتی ترقی سے یورپی اقوام اپنے ملکوں سے باہر نکلیں اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے عالم پر چھا گئیں اور مقامی تہذیبوں، ثقافتوں، مذاہب اور حکومتوں کو زیر کر کے ایک عالمی حکومت یا عالمی استعمار کے قائم کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ یہ واقعات جس تیزی اور تسلسل سے رونما ہوئے اس کا کماحقہ احساس مفتوحہ ممالک کے عوام و خواص نہیں کر سکے۔ مغربی اقوام کے پاس سائنسی ترقی اور وسائل تھے، فکر و نگاہ بھی بہت بلند اور عالمی تھی جبکہ اقوام مفتوحہ اپنے وسائل کی کمی، علمی پس ماندگی اور علاقائی سوچ کی وجہ سے اس آنے والے استعمار کی قوت کا صحیح اندازہ کرنے میں وقتی طور پر ناکام رہے ہیں۔

یورپی استعمار کی اٹھان اور عالمی غلبہ صرف سائنسی ترقی، علمی برتری اور صنعتی انقلاب کی وجہ سے ہوتا تو اس کو سمجھنا اور پھر اس کا مقابلہ کرنا آسان اور ماضی کے فاتحین اور بادشاہوں کی ہوس

ملک گیری سے مشابہ ہوتا مگر اس استعمار کے طور طریقے ،محکوم اور مفتوحہ اقوام پر مظالم، سیکولرازم کا دعویٰ عیسائیت کی تبلیغ، لالچ اور رشوت سے مقامی اقوام سے غداروں کی کھیپ کی تیاری اور سب سے بڑھ کر مغربی افکار میں ایک خالص غیر مذہبی اور بے دین سوچ پر مسلسل پیش رفت' ایسے عوامل ہیں جو ـــــــــــــ اس مغربی استعمار کے پس پشت ایک 'نادیدہ' اور 'غیر محسوس' قوت اور ایک ایسے انسانی گروہ کا پتہ دیتی ہیں جو برطانیہ، فرانس، اٹلی، جرمنی، امریکہ جیسے ممالک کو سیاسی مہروں کے طور پر استعمال کر رہا تھا اور سیکولر دعوؤں کے باوجود عیسائیت کے فروغ کے ذریعے اور دیگر ہتھکنڈوں سے محکوم اقوام کے مذاہب کی بیخ کنی کر کے اپنے خاص نظریات کی اشاعت کے ذریعے آہستہ آہستہ اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو رہا تھا۔

مفتوحہ اقوام کے اہل دانش اور اہل علم حضرات بالعموم بیسویں صدی کے آغاز تک مغربی استعمار کے پس پردہ اس خاص 'قوت' کو پہچاننے میں ناکام رہے ہیں لہٰذا مقامی سطح پر حالات کا تجزیہ کر کے اس کا مقابلہ کرنے کے جتنے کام ہوئے اور تحریکیں اٹھیں وہ اکثر و بیشتر ناکام ہوتی رہی ہیں۔

یورپی استعمار کے مقاصد کو سمجھنے کے لئے اس کے صحیح تناظر میں حالات کو دیکھنا ضروری ہے۔ اس نقطہ نظر اور زاویہ نگاہ سے برطانوی اقتدار، یورپی اقوام کی توسیع پسندی اور فکری یلغار کے جو مقاصد واضح ہوتے ہیں وہ ہمارے نزدیک حسب ذیل ہیں:

(1) سقوطِ غرناطہ (1492ء) کے بعد مغربی یورپ سپین (اندلس یا ہسپانیہ) میں 800 سالہ مسلم اقتدار کے دوران جو بے پناہ سائنسی ترقی ہوئی تھی اس کا سارا اثاثہ یورپ کے ہاتھ لگ گیا جسے یورپی اقوام نے یقیناً آگے بڑھایا اس طرح یورپ میں صنعتی انقلاب آ گیا اور مشینی طاقت سے کارخانوں کی پیداواری صلاحیت بہت بڑھ گئی، اقوام یورپ نے اپنی مصنوعات کی کھپت اور کارخانوں کو چلانے کے لئے خام مال کے حصول میں دنیا کی تسخیر کی ہے اور پس ماندہ اقوام کو زیر کر کے اُن کے وسائل پر حیلے بہانے اور غیر منصفانہ معاہدوں کے ذریعے قبضہ کر لیا (جیسے ایران سے 1920ء کے عشرے میں تیل کا معاہدہ یا ARAMCO کے سعودی عرب سے معاہدے)۔

(2) ابتداءً یہ قبضہ قدرے کم خطرناک تھا اور یہ پہلا مرحلہ تھا۔ صنعتی ترقی کی رفتار کو تسلسل

دینے کے بلکہ بڑھانے کے لئے اس قبضہ کو جاری رکھنا بہت اہم تھا۔اس کے لئے اقوام یورپ اور بالخصوص برطانیہ نے بے رحمانہ اور ظالمانہ تشدد کے ذریعے سے اپنے طویل اقتدار کے لئے راہ ہموار کی ہے۔

(3) جنوبی ایشیا میں بھی یورپی اقوام نے مسلمانوں سے اقتدار چھینا تھا اس وقت وسطی ایشیا، مشرقی یورپ اور جنوبی ایشیا میں سلطنت عثمانی ایران کی صفوی سلطنت اور سلطنت مغلیہ' مسلم اقتدار ہی کی علامتیں تھیں لہٰذا ـــــــــــــ یورپی اقوام اور مغربی استعمار نے عالمی قبضے اور اس میں استحکام کے لئے مسلمانوں کو کمزور کر کے اور اُن کی اجتماعیت کو توڑ کر علاقائی چھوٹی طاقتوں اور ریاستوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا جس پر انہوں نے کمال ہوشیاری سے عمل درآمد کر دکھایا تا آنکہ پہلی جنگ عظیم (1914ء ۔ 1918ء) کے بعد دنیا کا جو نقشہ عالمی سطح پر ابھرا اس میں سوائے مصطفےٰ کمال کے اقتدار (ترکی) کے' کوئی مسلم علاقہ آزاد نہیں تھا یعنی برطانیہ کے تسلط میں دے دیا گیا تھا۔

(4) اقوام یورپ صرف سیاسی وعسکری فتوحات اور شاہانہ غلبے کا خواب دیکھتیں تو سابقہ حکمرانوں، بادشاہوں اور فاتحوں کی طرح اسی پر اکتفا کر جاتیں مگر ـــــــــــــ تاریخ عالم کی گزشتہ 3000 سالہ تاریخ گواہ ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک حصہ جو آسمانی ہدایت سے جان بوجھ کر دور ہو گیا جسے قرآن مجید میں 'مغضوب علیھم' گروہ کہا گیا ہے اور جو بنی اسرائیل کی اپنی تاریخ میں 'قتل انبیاء' جیسے جرائم پر بڑا جری اور دلیر تھا اور سیاسی، معاشی اور عسکری ہر میدان میں اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ہر غیر اخلاقی حرکت کو روا رکھنے میں ماہر بھی تھا۔ظلم، تشدد، بے راہ روی، عیاشی بدمعاشی اور بے حیائی اس کی کامیابی کے ذرائع ہیں۔

یہ گروہ کبھی فری میسن (FREE MASON) تحریک تھی اور کبھی حسن بن صباح کی تحریک ـــــــــــــ اہل علم جانتے ہیں کہ دنیا بھر کی خفیہ تنظیموں کا رشتہ بالآخر اسی گروہ سے جا ملتا ہے یہ بنی اسرائیل کا ایک حصہ ہے آج کل ZOINIST کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔یورپ میں کبھی PROTESTANTS کے ذریعے مقاصد حاصل کیے کبھی امریکہ میں WASP (WHITE ANGLO SEXAN PROTESTANTS) کے ذریعے۔

یہ گروہ یورپ کی موجودہ ترقی کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے اس قدر مؤثر انداز میں استعمال کر رہا ہے کہ اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ اسی گروہ نے عیسائیت کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرنے کا جال پھیلا رکھا ہے۔ تاجِ برطانیہ اسی گروہ کے مقاصد کا علامتی کردار اور صہیونی منصوبوں کی تکمیل کا ذمہ دار ہے۔ سودی نظام کو جائز کر کے اس گروہ نے وسائل حاصل کیے اور گزشتہ پانچ صدیوں میں بنک آف انگلینڈ سے شروع ہو کر آج تک معاشی استحصال کے ذریعے رقم حاصل کر کے اپنے مقاصد کی تکمیل پر خرچ کر رہا ہے۔

اسی گروہ کی شاطرانہ چالوں کی مثال یہ ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں اسی گروہ کا پیسہ برطانوی حکومت نے بھی خرچ کیا اور جرمنی حکومت کو اسی طبقے نے مشروط قرض دیا تا کہ دونوں میں سے جو بھی جیتے اسی گروہ کے مقاصد پورے ہوں۔

اس عالمی صہیونی گروہ کے مقاصد مشرق وسطی میں پیغمبروں کی سرزمین فلسطین کے مقدس علاقے سے وابستہ ہیں۔ اس کے پیش نظر فلسطین سمیت وسیع علاقے میں ایک ایسی سلطنت کا قیام ہے جیسی حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت 950 سال قبل مسیح علیہ السلام میں تھی۔ یہ سلطنت مصر، سعودی عرب کا شمالی حصہ بشمول مدینہ، عراق، اردن، فلسطین، لبنان، شام اور ترکی کے جنوبی علاقوں پر مشتمل ہوگی۔ مشرق وسطی میں ساری بدامنی اور باہمی خلفشار اسرائیل کے اسی مقتدر طبقہ کے توسیع پسندانہ عزائم کے شاخسانے ہیں اور قدم بہ قدم اسرائیل امریکی سرپرستی میں آگے بڑھ رہا ہے امریکہ اور امریکہ کے تمام وسائل ان صہیونی مقاصد کی تکمیل میں بُری طرح استعمال ہو رہے ہیں۔

اس صہیونی گروہ کا دوسرا مقصد بیت المقدس میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعمیر کردہ عبادت گاہ ہیکل سلیمانی (TEMPLE OF SOLOMAN) کی تیسری بار تعمیر جدید ہے۔ حالانکہ وہ اپنی کتاب کے مطابق بھی قتل انبیاء جیسے جرائم سے مغضوب علیہم بن چکے ہیں۔ اور اب یہ مقامات صرف آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی امت کی وراثت ہیں، اسرائیلی جب تک ایمان نہ لائیں اور مسلمان نہ ہوں اس وقت تک یہاں ناجائز قابض ہیں۔

یاد رہے کہ ہیکل سلیمانی کی پہلی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کرائی تھی جبکہ حضرت

سلیمان علیہ السلام نے شاہی اخراجات اور پیغمبرانہ شان کے ساتھ مکمل کی۔ عراق کے ایک نمرود بادشاہ بخت نصر (NEBEUCAD NAZR) نے 567 قبل مسیح میں حملہ کیا اور اس کو گرادیا۔ 150 سال کی عراق کی غلامی سے بنی اسرائیل آزاد ہوئے اور مکابی سلطنت قائم ہوئی تو بنی اسرائیل نے اس عبادت گاہ کی دوسری تعمیر کرائی تاہم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی اور قتل انبیاء جیسے جرائم کی پاداش میں (جیسے حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنے زعم میں تو یہود نے واجب القتل قرار دے کر رومی حکمرانوں کے حوالے کر دیا تھا یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بچالیا) سزا سے دوچار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ٹائٹس رومی کے ذریعے یہود کو ذلیل کروا کر ارضِ فلسطین سے نکلوا دیا ہیکل سلیمانی مسمار کر دیا گیا یہ واقعہ حضرت مسیح علیہ السلام کے فوراً بعد صرف 70ء کا ہے۔ بیت المقدس 70ء سے آج (2009ء) تک 1940 سال سے مسمار شدہ پڑا ہے، اس گھر کی غیر اخلاقی اور ناجائز تعمیر جدید اُن کے منصوبے میں شامل ہے، وسائل کی کمی نہیں نقشے تیار ہیں، اکتوبر 2001ء میں اس کا سنگ بنیاد بھی رکھ دیا گیا تھا ــــــــــــ مگر تعمیرات کا آغاز اس لئے نہیں ہوسکتا کہ ــــــــــــ اس جگہ پر 'قبّۃ الصخرہ' موجود ہے جسے گرایا جائے تو ہیکل سلیمانی اپنی اصل بنیادوں پر تعمیر ہوسکتا ہے۔ فلسطین میں ساری بدامنی، اسرائیلی دہشت گردی اور فلسطینیوں پر مظالم اسی لئے ہیں کہ وہ اس جگہ کو خالی کر دیں تاکہ قبّۃ الصخرہ کو منہدم کر کے اپنا منصوبہ مکمل کیا جاسکے۔

اس طویل پس منظر میں آپ دیکھئے کہ بیسویں صدی کے آغاز تک اس صہیونی قوت نے تاجِ برطانیہ کے ذریعے کیا کیا اقدام کر لیے تھے ان میں سے بعض اقدامات ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر اسرائیلی مقاصد کے حصول کے لیے جو کام جہاں ضروری ہو وہی صحیح ہے، اصولوں کی پاسداری سے مقصد ہاتھ آئے تو اس کا پرچار اور اصولوں کو توڑ کر پیش رفت ممکن ہو تو اس میں بھی صہیونی قوت کی اخلاقیات پر کوئی حرف نہیں آتا۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد

برطانوی ہند میں 1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں نے ہی بنیادی کردار ادا کیا لہٰذا ناکامی کے بعد سزائیں، عقوبت خانے اور کالا پانی کی سزائیں بھی مسلمانوں کے حصے میں

آئیں اور پھانسی کے پھندوں کو چوم چوم کر گلے میں ڈالنے کی سعادت بھی انہیں کو ملی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مردانِ کار دنیا سے رخصت ہوگئے یا خود ساختہ جلا وطنی اختیار کر گئے تا آنکہ 1900ء کے بعد پھر مسلمانوں کی قیادت ابھری ہے اور جدوجہد آزادی کو ایک نیا روپ ملا ہے۔

برطانوی سامراج نے اس نصف صدی کے دوران اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے ریل، ٹیلیگراف اور ڈاک کا نظام ملک میں پھیلا دیا اور نہری نظام آبپاشی کے ذریعے بنجر زمینوں کو آباد کر دیا تا کہ خوشحالی آئے اور عوامی خوشحالی سے اقتدار کو طول ملے۔

☆ مذہبی میدان میں مسلمانوں سے عیسائیوں کے مناظرے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے منصوبے، جعلی نبوت کا اجراء اور اس کے ذریعے جہاد جیسے مقدس فریضے کے خاتمہ کا اعلان' برطانوی سازشوں کا حصہ تھے۔ عجیب بات ہے کہ مشرق وسطی میں برطانوی سامراج اور درپردہ صہیونی قوت مسلمان عربوں کو ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے اور جنگ کرنے پر آمادہ کر رہی تھی اور یہی برطانوی سامراج اور یہودی ذہن برطانوی ہند میں قادیانی نبوت کے ذریعے جہاد کو' حرام' قرار دے کر مسلمانوں کے دل سے اس کی عظمت کے اثرات زائل کر رہا ہے تا کہ یہاں کے مسلمان برطانوی سامراج کے خلاف کھڑے نہ ہو سکیں۔

بیسویں صدی کے چند عظیم مسلمان رہنما

☆ بیسویں صدی کے آغاز میں برطانوی ہند کے مسلمانوں میں چند عظیم شخصیتیں منصۂ شہود پر آئیں جنہوں نے حالات کے دھارے کا رُخ موڑ دیا اور نئی تاریخ رقم کر دی۔

ان شخصیات میں شیخ محمود حسن شیخ الہند، علامہ اقبال، ابوالکلام آزاد، قائداعظم محمد علی جناح، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی جوہر، مولانا حسرت موہانی وغیرہم طویل فہرست میں سے چند نمایاں نام ہیں۔

☆ بیسویں صدی کا آغاز برطانوی اقتدار کا عروج (CLIMAX)، مسلمانوں کے زوال کی انتہا (ANTI CLIMAX) اور جدوجہدِ آزادی کے ایک نئے دور کا آغاز ہے۔

☆ اگرچہ 1885ء میں انڈین نیشنل کانگریس وجود میں آچکی تھی مگر وہ انگریزوں کی پروردہ جماعت ہونے ساتھ صرف ہندو کے مفاد کے لئے کام کرنے کی وجہ سے بدنام ہوگئی تھی لہذا

مسلمانوں نے حالات کے رُخ کو بھانپ لیا اور دسمبر 1906ء میں ڈھاکہ میں مسلم لیگ قائم کی۔

☆ سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی بیداری اور تعلیمی ترقی کے لئے انتھک محنت کی تھی اور علی گڑھ کو ایک پرائمری مدرسہ سے اٹھا کر کالج بنا دیا تھا ان کا انتقال 1898ء میں ہے وہ اگرچہ اپنے اس تعلیمی منصوبہ کے خاطر خواہ نتائج نہ نکلنے پر مایوس تھے۔

☆ لسان العصر مولانا اکبر آلہ آبادی نے مغربی علوم کی یلغار اور مسلمانوں کی زبوں حالی کا نقشہ اپنے کلام میں کھینچا ہے چونکہ انہوں نے بحیثیت جج ہائی کورٹ مغربی تہذیب کو اندر سے اور قریب سے مشاہدہ کیا تھا لہٰذا انہوں نے مغربی سیاسی و علمی برتری کے جلو میں بے اخلاقی، بے حیائی اور حیوانیت کا جو سیلاب امڈ آ رہا تھا اس کا تذکرہ کر کے قوم کو جگانے کی کوشش کی تھی۔ ان کی وفات 1914ء کی ہے۔ ان کے طنزیہ اور تیکھے انداز کے اشعار سوئی ہوئی مسلمان قوم کے لئے جھنجوڑنے کا ایک انداز تھا۔

☆ مولانا الطاف حسین حالیؒ نے مسلمانوں کی زبوں حالی اور کسی ''دانائے راز'' لیڈر کے فقدان کے باعث فکری انتشار کا نقشہ اپنی ''مسدس حالی'' میں کھینچا ہے اور اس وقت کی کیفیت کا صحیح عکس ان الفاظ میں نکال کر رکھ دیا تھا کہ ۔

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

☆ دیوبند ایک علمی اور اصلاحی تحریک کا عنوان تھا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے جاری احیائی جذبے اور ورثے کا امین۔ دیوبند کی مادرِ علمی سے جو مجاہد اعظم اور مسلمانوں کی حکومت کی بحالی اور احیائے اسلام کا داعی اٹھا وہ شیخ الہند حضرت محمود حسن رحمہ اللہ تھے جن کا ثانی خود دیوبند کی تاریخ میں نہیں ہے۔ وہ زینت منبر و محراب تو تھے ہی کہ شیخ الہند اور شیخ الحدیث تھے دار و رسن اور فرنگی وصہیونی عقوبت کا نخچیر بھی کہ ــــــــــــ وہ تحریک شہیدین کے وارث، جنگ آزادی کے جذبہ و ولولہ کے امین، قرآن و حدیث کے تقاضوں سے واقف، وقت کے فرعون

کے لئے لوہے کا چنا اور ریشمی رومال تحریک، ترکِ مولات، ہجرتِ کابل کے داعی اور نصب امامت کے مؤید۔ علی گڑھ اور دیو بند زمینی طور پر زیادہ دور نہیں (ساٹھ ستر کلو میٹر) مگر مدرسہ دیو بند (قیام 1867ء) اور محمڈن ایجوکیشنل سوسائٹی علی گڑھ کے پرائمری سکول (قیام 1867ء) سے مسلمانوں میں جو علیحدہ علیحدہ فکری دھارے پروان چڑھ رہے تھے نصف صدی بعد ان میں انگریزوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں اور بعض دوسری وجوہات کی وجہ سے دوری پیدا ہوگئی تھی، شیخ الہند نے اس دوری کو بھانپ لیا اور اسے مسلمانوں کی فکری وحدت اور ملّی اتحاد کے لئے سم قاتل سمجھتے ہوئے اسے دور کرنے کی کوشش بھی فرمائی۔ 1916ء۔1920ء کی جزائر مالٹا کی قید کاٹ کر جب شیخ الہند رحمہ اللہ کی واپسی ہوئی تو وہ صرف چھ ماہ زندہ رہے مگران چھ ماہ میں انہوں نے علی گڑھ کا ایک دورہ کیا وہاں اختلافات کو بھلانے کی بات بھی فرمائی اور نصب امامت کے لئے آزادئ ہند کی خاطر اپنی دلی کیفیات کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا:

''میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ میں اپنی گمشدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں۔ بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکرالٰہی کی روشنی جھلک رہی ہے ـــــــــــ اے نونہالانِ وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غم خوار جس میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں، مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور سکولوں کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں اور چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے دو تاریخی مقاموں دیو بند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا'' (خود نوشت سوانح حیات مولانا حسین احمد مدنیؒ، بحوالہ بیس بڑے مسلمان)

قائداعظم محمد علی جناح کی طرح شیخ الہند محمود حسن بھی 1920ء میں بھانپ گئے تھے کہ ہندو آزادی ہند کے پردے میں مسلمانوں کو دبانا چاہتا ہے اور برابری کی بنیاد پر معاملات طے کرنے کو تیار نہیں ہیں تاہم 1920ء میں ان کی وفات سے جدوجہد کا یہ باب بند ہوگیا۔

شیخ الہند محمود حسن تک مسلمان مذہبی طور پر متحد تھے، شیخ الہند کا لقب ہی ظاہر کررہا ہے کہ وہ پورے برطانوی ہند کے تمام مسلکوں کے علماء کے متفقہ رہنما تھے اور اس وقت کی مسلمانوں کی

واحد نمائندہ مذہبی جماعت جمعیت علمائے ہند کے متفقہ صدر تھے۔ جمعیت آج کی مسلکی بنیادوں پر قائم جمعیت علمائے اسلام یا جمعیت اہل حدیث یا جمعیت علماء پاکستان کی طرح نہیں تھی بلکہ اس میں اہل حدیث علماء، فرنگی محل بدایوں، اجمیر شریف کے علمی مراکز کے نمائندہ علماء، شیعہ علماء مفتی کفایت حسین مجتہد وغیرہ ہم اور مولانا احمد رضا خان کے داماد مولانا عبدالعلیم میرٹھی (جو والد تھے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کے اور دادا تھے مولانا انس نورانی کے) بھی شامل تھے۔

افسوس کہ مذہبی سطح پر برطانوی ہند کے مسلمانوں کا یہ اتفاق و اتحاد حضرت شیخ الہند کی وفات کے بعد برقرار نہ رہ سکا۔

☆ مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت اور ان کے 'کلام' نے 1912ء۔1920ء کے عرصے میں مسلمانوں اور بالخصوص جدید تعلیم یافتہ اور آزادی کے متوالوں کے خون کو گرمانے میں بڑا بنیادی کردار ادا کیا، ان کے رسالہ 'البلاغ' اور الہلال ان کی انقلابی تحریروں اور انگریز دشمن نظریات کی وجہ سے بند بھی ہوا، خود مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی قید و بند کی صعوبتیں اور بغاوت کے الزامات کے تحت سزائیں کاٹیں، برصغیر میں حکومت الٰہیہ کے قیام کا نعرہ عوامی سطح پر انہوں نے ہی لگایا۔

☆ قائداعظم محمد علی جناح انگلستان اور حالات کو دیکھنے کے بعد آزدی ہند کے لئے کام پر آمادہ ہوئے واپسی پر ابتداء کانگریس کے پلیٹ فارم کو استعمال کیا اس وقت ان کا خیال تھا کہ ہندو مسلم متحد ہو کر انگریزوں سے آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔

☆ 1920ء کے عشرے میں قائداعظم محمد علی جناح' ہندو کی ہٹ دھرمی اور مسلمانوں کے خلاف دلوں میں چھپے ہوئے بغض و عناد کے بعض شواہد دیکھ کر انگلستان منتقل ہو گئے تھے اور مستقل طور پر وہیں آباد ہو جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

☆ برطانوی ہند میں اس عرصے میں ملت اسلامیہ کے حُدی خوان کی حیثیت سے جو شخصیت سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ ہیں حضرت علامہ اقبال جو سیالکوٹ کے ایک روایتی مذہبی گھر میں پیدا ہوئے، لاہور سے تعلیم حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے، وہاں سے 1907ء میں واپسی ہوئی۔ اس دور میں برطانوی سامراج کا سورج نصف النہار پر تھا اور کہتے ہیں اس سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ علامہ اقبال نے قیامِ یورپ کے دوران انگلستان اور

جرمنی میں وقت گزارا اور تعلیم مکمل کی، علامہ اقبال کا ذہن وفطرت اسلام کی طرف مائل تھے ہی، والدین اور اساتذہ کی تربیت نے 'قلب سلیم' کو جلا بخشی، یورپ کے سفر میں جدید تہذیب وتمدن اور مغربی فکر وفلسفہ کے زیر اثر پروان چڑھنے والے فنون کو دیکھا تو علامہ نے ایک عقلمند انسان کی طرح صحیح اندازہ لگالیا کہ چونکہ مغربی فکر وفلسفہ کی بنیادیں ہی غلط ہیں لہٰذا اس تہذیب کے تحت علوم وفنون بانجھ ہیں جو حیوانی تہذیب کو تو جنم دے سکتے ہیں کسی اعلیٰ خیال اور اعلیٰ فکر کی نرسری نہیں بن سکتے۔اسی لئے علامہ اقبال نے فرمایا:

عذابِ دانش حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیلؑ

وطن واپسی کے بعد علامہ اقبال نے اپنی زندگی مغربی علوم وافکار کی خدا ناشناسی اور خدا بیزاری کو طشت از بام کرنے کے لئے وقف کردی اور امت مسلمہ کو بیدار کرنے کا کام بڑے زور وشور سے تن تنہا سرانجام دینے میں لگ گئے۔

اس سے پہلے کہ ان صفحات میں علامہ اقبال کی مساعی کا تذکرہ کرکے ان کو خراج تحسین پیش کریں، ذیل میں بیسویں صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں برطانوی سامراج اور درپردہ صہیونی قوت کی کارستانیوں اور سیاہ کارناموں کا تذکرہ از حد مفید ہوگا اور توضیح مطلب کے لئے کارآمد۔اس سے واضح ہوگا کہ کن مشکل حالات میں ہمارے اسلاف نے کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

1910ء ــــــ 1930ء برطانوی سامراج کی کاروائیاں

(ا) بیسویں صدی کے آغاز پر برطانوی ہند کے مسلمان بالعموم سہمے اور دبے ہوئے تھے۔ برطانوی استعمار اپنے پنجے گاڑ چکا تھا اور مرزا قادیانی کے ذریعے اپنے تئیں 'جہاد کو حرام' قرار دے کہ سمجھتا تھا کہ اب مسلمان آئندہ کافی عرصے تک اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں بن سکتے۔

(ب) 1913ء میں جزیرہ نمائے عرب میں ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند ہوگیا۔ 1914ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی، برطانیہ اور اس کے اتحادی ایک طرف تھے تو دوسری

طرف جرمنی اوراس کے اتحادی تھے۔ ترکی جواس وقت سلطنت عثمانیہ تھا وہ جرمنی کی فطری اتحادی تھا۔ لہٰذا برطانیہ کوسلطنت عثمانیہ کو ہر جگہ نقصان پہنچانے کا بہانہ مل گیا۔ 1913ء۔ 1920ء تک کے عرصے میں جزیرہ نمائے عرب، ترکوں کے ہاتھ سے نکل کر آلِ سعود کے پاس آچکا تھا جنہیں برطانیہ کی بالواسطہ اشیر باد حاصل تھی۔

(ج) 1917ء میں برطانوی فوجوں نے فلسطین پر قبضہ کرلیا۔ شام بھی فتح ہوگیا۔ برطانوی لیڈران (جیسے آج امریکی اوراس کے اتحادی مسلمانوں کے خیرخواہ نظر آتے ہیں) بظاہر جرمنوں کا ساتھ دینے پر عثمانیہ سلطنت کو نقصان پہنچا رہے تھے مگر درحقیقت تاج برطانیہ جو عیسائیت اور کیتھولک چرچ کا محافظ ہے اپنے صہیونی آقاؤں کی خواہشات کو پورا کرنے کا کام کر رہے تھے۔ چنانچہ 1917ء میں فرانسیسی جنرل ایلن بی دمشق کی فتح کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی قبر پر گیا اور ٹھوکر مار کر کہا: "LOOK SALADIN, WE HAVE COME" (یاد رہے کہ 1190ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے صلیبی جنگوں میں لڑ کر بیت المقدس عیسائیوں سے واپس لے لیا تھا۔ سات صدیوں تک اہل کلیسا یہ زخم اپنے سینے میں چھپاتے رہے اور اب عیاری سے یہ علاقہ فلسطینیوں سے چھین کر صہیونی قوت یہود کو دے دیا تھا۔ بالفورڈ ی ڈیکلریشن اسی معاہدہ کی دستاویز ہے۔)

(د) 1918ء میں دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی، جرمنی شکست کھا گیا تو لامحالہ سلطنت عثمانیہ بھی ہزیمت سے دوچار ہوگئی اور سلطنت کو کاٹ کر صرف موجودترکی تک محدود کردیا گیا، اس کے سارے یورپی، روسی اور ترکستان کے مقبوضات برطانوی سامراج نے خود اتحادیوں میں تقسیم کردیئے

مزید برآں صہیونی فری میسن تحریک کے ذریعے اندرونی سازشوں کا جال بچھا دیا گیا اور سلطان عبدالحمید کو زچ کر کے بالآخر مصطفٰے کمال اتاترک کے ذریعے سلطان عبدالحمید کا تخت الٹ دیا گیا، سلطان معزول کر دیے گئے اور جلا وطن ہو گئے مصطفٰے کمال نے ملک میں خلافت کا خاتمہ کر دیا اور فری میسن ایجنٹ کا کردار ادا کرتے ہوئے سیکولر نظام اور (شریعت اسلامی کے قوانین منسوخ کر کے) رومن لاء نافذ کر دیا۔ خلافت عثمانیہ کی منسوخی کا یہ واقعہ 28 رجب 1342ھ اور مارچ 1924ء کا ہے۔ اس واقعہ سے مسلمان امت کو بہت صدمہ ہوا اور امیدوں کا

ٹمٹماتا چراغ بھی گل ہو گیا۔ برطانوی ہند میں جنگ کے دوران کعبہ پر برطانوی گولہ باری کا صدمہ پہلے ہی تھا سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے اور بالآخر خلافت کی منسوخی کے خلاف شدید ردعمل ہوا اور زوردار تحریک خلافت برپا ہوئی جبکہ عرب دنیا میں اپنے اور پرائے سب خوش تھے اور کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔ برطانوی سامراج اور صہیونی قوت کی دوصد سالہ محنت کا ثمر اُسے خلافت کے خاتمے کی صورت میں ملا تھا۔

(ہ) جنگ میں فتح اور سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے نشے میں برطانوی ہند میں فرنگی بربریت اور ظلم میں اضافہ ہو گیا تھا اور 1919ء میں جلیانوالہ باغ امرتسر میں ایک اجتماعی جلسہ پر جنرل ڈائر نے فائر کھول دیا اور نہتے عوام کو بھون کر رکھ دیا، سینکڑوں لوگ مارے گئے، جس پر احتجاج بھی نہ کرنے دیا گیا اور ہزاروں لوگوں کو سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا۔ پنجاب کے شہروں گوجرانوالہ وغیرہ میں اس کے خلاف احتجاج ہوا تو اجتماعی جلوس پر ائیر فورس کے ذریعے بمباری کی گئی۔

برطانوی ہند کے اس پس منظر میں (1911ء) میں علامہ اقبال نے 'شکوہ' نظم کے ذریعے قوم کو جگایا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اے خدا! شکوہ اربابِ وفا بھی سن لے
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سن لے

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر — کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر
خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر — مانتا پھر کوئی اَن دیکھے خدا کو کیونکر؟

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟
قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام ترا!

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز — قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز — نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے!
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے!

یہ شکایت نہیں، ہیں ان کے خزانے معمور — نہیں محفل میں جنھیں بات بھی کرنے کا شعور

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور   اور بے چارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور!

اب وہ الطاف نہیں، ہم پہ عنایات نہیں
بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں؟

اور   ؎   طعنِ اغیار ہے، رسوائی ہے، ناداری ہے
کیا تیرے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے؟

اور   ؎   ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے، جام رہے؟

مشکلیں امتِ مرحوم کی آساں کر دے   مورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماں کر دے
جنسِ نایابِ محبت کو پھر ارزاں کر دے   ہند کے دیر نشینوں کو مسلماں کر دے

جوئے خوں می چکد از حسرتِ دیرینۂ ما
می تپد نالہ بہ نشتر کدہ سینۂ ما!

لطف مرنے میں ہے باقی، نہ مزا جینے میں   کچھ مزا ہے تو یہی خونِ جگر پینے میں!
کتنے بیتاب ہیں جوہر مرے آئینے میں   کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

اس گلستان میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں
داغ جو سینے میں رکھتے ہیں وہ لالے ہی نہیں

اور   ؎   عجمی خم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری

شکوہ اور فریاد کرتے ہوئے انسان کا اپنے اوپر قابو نہیں رہتا جس سے اللہ تعالیٰ بھی درگزر فرماتا ہے۔

لَايُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (النساء۔148)

''اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی علانیہ بُرا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو''

شکوہ کے چند اشعار کے الفاظ پر علماءِ وقت نے گرفت کی تو علامہ اقبال نے ایک دوسری نظم جوابِ شکوہ 1913ء میں انجمن حمایت اسلام ہی کے سالانہ جلسہ میں سنائی۔ جس سے

حاضرین اہل علم اور اہل دل پر رقت طاری ہوگئی، سسکیاں اور آہیں نکلنے لگیں۔ اللہ نے شکوہ، جواب شکوہ کو برطانوی ہند کے مسلمانوں کی بیداری کا سبب بنا دیا۔ چند اشعار جواب شکوہ کے ملاحظہ ہیں:

ے عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک مرا
آسماں چیر گیا نالۂ بیباک مرا

اور ے ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ کوئی رہرو منزل ہی نہیں

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے! ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبع آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے تمہیں کہہ دو یہی آئین وفاداری ہے
قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفل انجم بھی نہیں

منفعت ایک ہے قوم کی، نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں!
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

اور ے امراء نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملتِ بیضاء غرباء کے دم سے

اور ے رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

اور ے وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائے یہود

ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے، نے دولتِ عثمانی ہے تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اورتم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

علامہ نے قوم کوامید کی کرن دکھلائی اوردلوں میں آرزواورامنگ پیدا کردی:

ے آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایمان پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی — کوکب غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس وخاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی — گل برانداز ہے خونِ شہدا کی لالی

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

اورعدل اجتماعی اور مساوات واخوت کا نشان ——— ''نظام خلافت'' کے قیام کے لئے دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

ے وقت فرصت ہے کہاں؟ کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

اور ے قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اِسمِ محمدؐ سے اجالا کردے

دنیا میں مسلمانوں کا وجود ——— انسانی وقار، غیرت، چادروچاردیوری کا احترام اورعدل وانصاف کی آرزو کی نشانی اور قیام خلافت حضرت محمد ﷺ کی رحمت للعالمینی کا مظہر ہے۔ مسلمان کیا، غیر مسلم بھی اس کے لئے ترس رہے ہیں

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تیری — درویش ! خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوائے اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری — تو مسلماں ہوتو تقدیر ہے تدبیر تری

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

علامہ اقبال نے اپنی نظموں میں مسلمان نوجوانوں کومختلف پیرایوں میں جھنجوڑا ہے:

ے کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سردرا

اور عمل پر ابھارنے کے لئے مختلف انداز اختیار کیے ہیں اور بے عملی کا تجزیہ کر کے سمجھایا ہے۔

ے تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیارا

مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بنیاد وہ علم تھا جس کو ہم نے بھلا دیا اور یورپ نے اُسے اپنا لیا۔

ے مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

اسلام رنگ و نسل سے بالاتر ایک نظریہ ہے جو وحدت اِلٰہ کے ساتھ وحدت آدم کی بنیاد پر مساوات انسانی کا علمبردار ہے۔ دنیا کے ہر علاقے کا شخص اگر کلمہ پڑھ لے تو مسلمان کہلا سکتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کا بھائی بن جاتا ہے۔

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے آساں نہیں مٹانا، نام و نشاں ہمارا

علامہ اقبال کے کلام نے مسلمانوں کو جذبۂ عمل اور کچھ کر گزرنے کے لئے مہمیز کا کام بھی دیا ہے۔

سالارِ کارواں ہے میر حجاز اپنا اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا
اقبال کا ترانہ بانگ درا ہے گویا ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

1913ء سے 1924ء تک علامہ اقبال کے کلام نے ملک گیر شہرت حاصل کر لی اور ہر مسلمان تعلیم یافتہ جوان بوڑھا عورت مرد علامہ اقبال کے اشعار گنگنا کر جذبہ حاصل کرنے لگا اس لئے کہ اشعار اُسے اپنے دل کی آواز لگتے تھے۔

ے عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں

نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

ے نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر

تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

ے یہ دور اپنے براہیمؑ کی تلاش میں ہے

صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

اس جیسے اشعار سے علامہ اقبال نے نوجوانوں کو وقت کے فرعونوں اور نمرودوں سے ٹکرانے کا ولولہ دے دیا۔ علامہ اقبال کے کلام سے غلامی کے خلاف دلوں میں نفرت پیدا ہوئی اور آزادی اور اسلامی طرز حیات کے لئے دلوں میں جذبے اور ولوے پیدا ہو کر انگڑائیاں لینے لگے۔

ے اٹھو! میری دنیا کے غریبوں کو جگادو

کاخ امراء کے در و دیوار ہلادو

گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقین سے

کنجشک فرومایہ کو شاہین سے لڑادو

اُن کا یہ مشہور قطعہ زباں زد عام ہوا ہے

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل

یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات

وہ مسلک مردان خود آگاہ و خدا مست

یہ مذہبِ ملّا و جمادات و نباتات

انہوں نے بے عمل علماء اور صوفیاء پر بھی سخت تنقیدیں کی ہیں اور عوام کو ان کے چنگل سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔

ے ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی

گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
مرید سادہ تو رو رو کے ہوگیا تائب
خدا کرے کہ ملے پیر کو بھی یہ توفیق

مسلمانوں میں بیداری کی لہر تھی اور مسلمان پیر و جواں اب کچھ کرنے کے لئے پر تول ہی رہے تھے کہ برطانوی استعمار کی سازشوں سے سلطنت عثمانیہ کا وجود خطرے میں تھا اور 1924ء میں (28 رجب 1342ھ) کمال اتاترک نے ترکی میں سلطان عبدالحمید کا اقتدار چھین کر اس پر قبضہ کر لیا اور اپنے آقاؤں کی چشم آبرو کے اشارے پر (برطانوی سامراج اور فری میسن کے مشن کے عین مطابق) خلافت منسوخ کر دی اور جمہوری پارلیمانی نظام رائج کر دیا۔ اسلامی شریعت کے 1300 سالہ تسلسل کو ختم کر کے رومن لاء عدالتی قانون بنا دیا، نماز اور حجاب پر پابندی عائد کر دی۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا ع چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا

اس پر 1919ء سے 1924ء تک برطانوی ہند کے طول و عرض میں ایک شدید رد عمل پیدا ہوا اور غلامی کے ظلم و جبر میں سلگتے سینوں میں جیسے آگ بھڑک اُٹھی اور اس شدت سے ڈھاکہ سے خیبر تک ''تحریک خلافت'' برپا ہوگئی اور جلسے، جلوس، مطالبات، گرفتاریاں، ہڑتالیں ہوئیں کہ برطانوی سامراج کا اقتدار ڈول گیا۔ مسلمانوں نے اس موقع پر مرنے مارنے کا عہد کر لیا۔ اس وقت جو قیادت نمایاں تھی اس میں مولانا شوکت علی اور محمد علی جوہر تھے اُن کی والدہ کے الفاظ بہ زباں زدعام ہوگئے

بولی اماّں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو

یہ معاملہ برطانوی کارپردازوں کے وہم و گمان سے بہت اوپر تھا اور اچانک ———— چنانچہ اس موقع پر مہاتما گاندھی کو بھی آگے کر کے تحریک خلافت میں شریک کر دیا گیا اس کی ایک وجہ تو ظاہر تھی کہ یہ تحریک اس قدر زوردار اور شدید تھی اور مسلمانوں میں قید و بند برداشت کرنے کے لئے جذبہ اس قدر وافر تھا کہ انگریز بہادر کے قابو سے باہر تھا غالباً اسی وجہ سے ترکی بحیثیت ملک بچ گیا اور نام باقی رہ گیا اہل نظر دیکھ رہے تھے کہ شاید تاج برطانیہ کے اقتدار کا سورج گہنا جائے اور اسے جنوبی ایشیا سے بوریا بستر گول کرنا پڑے۔ لہٰذا ————

اولاً ہندو کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں آزادی کا سارا کریڈٹ مسلمان نہ لے جائیں ــــــــــــ ہندو قیادت تحریک خلافت اور بحالی خلافت کے لئے مسلمانوں کے شانہ بشانہ اٹھ کر آمادۂ عمل ہوگئی اور ثانیاً تاج برطانیہ نے مہاتما گاندھی کو اس تحریک میں شامل کر کے اعلیٰ قیادت میں جگہ دلائی اور اندر کے راز اور منصوبے وائسرائے تک پہنچا دیے گئے جس سے تحریک آہستہ آہستہ مدھم پڑ گئی۔

علامہ اس تحریک میں متحرک تھے اور اس جذبہ ملّی اور ولولہ آزادی کو دیکھ کر مطمئن بھی کہ قوم مری نہیں ہے ابھی اس میں جان ہے۔ چنانچہ فرمایا:

ے نہ ہو نومید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اسی موقع پر آپ نے 'طلوع اسلام' نظم رقم فرمائی اور مسلمانوں کے جذبہ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش فرمایا!

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی — افق سے آفتاب ابھرا، گیا دور گراں خوابی
عروقِ مردۂ مشرق میں خون زندگی دوڑا — سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
سرشک چشم مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا
خلیل اللہ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا

کتابِ ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے — یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا!
ربود آں ترک شیرازی دلِ تبریز و کابل را — صبا کرتی ہے بوئے گل سے اپنا ہم سفر پیدا!

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا!

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پے روتی ہے — بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ے حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا

تری نسبت براہیمیؑ ہے معمار جہاں تو ہے
یہ نکتہ سرگزشتِ ملت بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوام زمین ایشیا کا پاسبان تو ہے

سبق پھر پڑھ صداقت کا‘ عدالت کا‘ شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

مسلمانوں کے تحریک خلافت کے قافلے کے ذوق وشوق پر فرمایا:

ہوئے احرارِ ملت جادۂ پیما کس تجمل سے
تماشائی شگافِ در سے ہیں صدیوں کے زندانی

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں‘ نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور وبازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
یقین محکم ،عمل پیہم ، محبت فاتح عالمؑ
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

یہ ملت اسلامیہ کی اسی بیداری کا نتیجہ تھا کہ تحریک خلافت کے ٹھنڈے پڑ جانے کے باوجود آزادی، مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بازیافت اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے کام کرنے کا جذبہ باقی رہ کر عام ہوگیا۔ چنانچہ 1929ء میں مدراس میں وہ مشہور خطبات ارشاد فرمائے جو RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM کے نام سے ملتے ہیں جس میں علامہ اقبال نے دور حاضر میں اسلام کی حقانیت کو مبرہن کر کے یہ بات واضح کردی کہ دور حاضر میں اسلامی خلافت کی بازیافت اور اسلامی ریاست کا قیام کیسے ممکن ہے؟۔

اس بیداری کے نتیجے میں مسلم لیگ میں از سرنو جذبۂ عمل پیدا ہوا اور اس کے سالانہ اجلاس باقاعدگی سے ہونے لگے اور اہمیت اختیار کر گئے جس کا نقطۂ نظر عروج 1930ء کا سالانہ

اجلاس تھا جو الہ آباد میں منعقد ہوا صدارت کے لئے علامہ اقبال سے زیادہ کوئی شخصیت موزوں نہیں ہوسکتی تھی کہ وہی بیداری کی اس تازہ لہر کے روحِ رواں تھے اور خطبات مدراس میں اُن کا یہ ذہن سامنے آچکا تھا کہ مستقبل کی ایک مسلمان ریاست نہ صرف وقت کا تقاضا ہے بلکہ فکر انسانی جہاں تک پہنچ چکا ہے اور مغرب کی فکری لغزشوں (ڈارون، میکڈ وگل، مارکس، فرائڈ وغیرہ ہم کے فلسفہ ہائے حیات) نے انسان کو جس قعر مذلت میں گرا دیا ہے وہاں سے اسلام کی تعلیمات اور آسمانی وحی کی روشنی میں متعین کردہ راہ ہی نکال سکتی ہے۔

دسمبر 1930ء کے خطبہ صدارت میں علامہ اقبال نے اپنے افکار کا خلاصہ اور زندگی بھر کے مشاہدات و مطالعہ کا نچوڑ پیش کر دیا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں اور ماضی میں بادشاہوں کے دور میں تو یہ اکٹھی رہیں اور مسلم انڈیا میں اقلیتوں نے مثالی پُر امن زندگی بسر کی ہے تاہم اب بیسویں صدی میں جمہوریت کا سورج طلوع ہوا ہے تو اب مسلمان اور ہندو اکٹھے نہیں رہ سکتے کہ مسلمان اقلیت ہیں لہٰذا ــــــــــــ متحدہ ہندوستان میں آزادی کے بعد بھی وہ ہندو کی غلامی میں رہیں گے ــــــــــــ علامہ اقبال نے وہ الفاظ فرمائے جو بنگال سے خیبر تک ہر مسلمان کی دل کی آواز بن گئے۔

> ''یہ تقدیر مبرم ہے کہ اگر مسلمانوں کی شمال مغربی علاقے (مسلم اکثریت کے علاقے) میں ایک علیحدہ ریاست قائم ہو جائے تو ہمارے لئے موقع ہو گا کہ ہم دور ملوکیت میں اسلام کی تعلیمات پر جو پردے پڑ گئے تھے ان کو ہٹا کر دور حاضر کی مثالی اسلامی ریاست کا نمونہ پیش کر سکیں۔''

(خطبہ صدارت آلہ آباد 1930ء)

دو قومی نظریہ ــــــــــــ مستقبل میں ایک مثالی اسلامی ریاست کا قیام ــــــــــــ استحصالی ہتھکنڈے سود، جاگیر داری کا خاتمہ ــــــــــــ ایک ایسا مژدہ جانفزا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے دل کی آواز محسوس ہوا ــــــــــــ مسلمانوں کی غیرت اور اجتماعی ضمیر جاگ اٹھا ــــــــــــ مسلمان اپنے الگ وطن کا مطالبہ لے کر میدان عمل میں کود گئے۔ علامہ اقبال کی نگاہ دور بین دُور تک مستقبل میں دیکھ رہی تھیں آپ نے فرمایا۔

ؔ عطا مؤمن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی

مسلمان نوجوان اس ساری جدوجہد میں آگے آگے تھے اور ہراول دستہ کا کام کر رہے تھے ان کے بارے میں فرمایا!

ؔ من بسیمائے غلاماں سر سلطاں دیدہ ام
شعلۂ محمود از خاکِ ایاز آید بروں

''میں آج ایازوں (غلاموں) کے چہروں پر سلطانی اور حکومت کے اثرات ہے دیکھ رہا ہوں اِنہیں میں سے آئندہ محمود غزنوی کی طرح حکمران اٹھیں گے''۔

1924ء سے 1936ء تک کا عرصہ برطانوی ہند کے مسلمانوں کے لئے ایک خاص خوداعتمادی اور دروں بینی کا دور تھا اور عالم واقعہ میں مسلمانوں کی خلافت کے قیام کے لئے امکان کا نشہ تھا جو ہر مسلمان کے سر پر سوار تھا۔ انہیں حالات میں علامہ نے قوم کو سوزِ یقین بخشا ہے اور ایک کامیاب رہنما اور ''دانائے راز'' کی طرح قوم کو نہ صرف سمت دی ہے بلکہ نشانِ منزل بھی دیا ہے اور اس یقین و اذعان سے نشانِ منزل دیا ہے کہ قوم ایک عشرے کے اندر اس کو منصۂ شہود پر دیکھ رہی تھی چنانچہ فرمایا

ؔ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

غلامی کی زنجیریں کٹ جائیں گی اور آزادی کا خواب پورا ہوگا۔

ؔ آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر یاد آ جائے گا دلوں کو پیغامِ سجود
اور جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

غلامی کی رات کے خاتمے اور آزادی کی سحر کا پیغام اس انداز میں دیا کہ ــــــــــ ہر پیر و جواں والہانہ آگے بڑھ کر مصروفِ عمل ہو گیا اور برطانوی سامراج

کے 'شہباز' سے 'مولے' ٹکرا گئے اور شہباز کو ادھ موا کر دیا

؎ شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

علامہ اقبال کے کلام نے مسلمانوں کے جذبات میں آگ لگا دی تھی اور ہر طرف آزادی کا چرچا تھا۔ برطانوی سامراج کی خفیہ ایجنسیاں اس ساری صورت حال کی رپورٹ رکھتی تھیں اور اس تحریک کو ناکام کرنے کے درپے تھیں۔ عالمی سطح پر برطانوی سامراج اور صہیونی قوت کے عزائم کو مسلمانوں کی اس بیداری سے کہاں کہاں مزاحمت کا سامان پیدا ہو رہا تھا یہ تو حالات سے واضح تھا تاہم برطانوی حکومت کے اندر رہتے ہوئے علامہ اقبال نے تمثیل انداز میں ساری کہانی بیان کر دی ہماری مراد 1936ء کی علامہ اقبال کی ایک شاہکار نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' ہے جس میں انہوں نے عیسائیت اور یہودیت کے اسلام دشمن ایجنڈے کا راز فاش کر دیا اور کمیونسٹ تحریک کے بانی کارل مارکس کے افکار کا تار پود بکھیر دیا۔ مغربی استعمار کی اسلام دشمن اور صلیبی جدوجہد کو ''ابلیسی جدوجہد'' قرار دیا اور صہیونی عزائم کو ابلیس کا منصوبہ قرار دے کر حقیقت دنیا کے سامنے رکھ دی۔

؎ بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں
یا ؎ تہذیب نوی کارگہ شیشہ گراں ہے آدابِ جنوں شاعرِ مشرق کو سکھا دو

مغربی استعمار کے عزائم کو شیطان کی زبان سے کہلوا کر یورپی اقوام اور صہیونی قوت کو شیطانی قوت اور حزب الشیطان سے تعبیر فرمایا اور شیطانی عزائم کو بھی واشگاف الفاظ میں علی الاعلان کہہ ڈالا۔

؎ جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں، اسلام ہے

اور اسلام کے بھی نماز روزہ کا پہلو نہیں کہ وہ تو بندہ اور اللہ کے درمیان عبودیت کے ایک تعلق کا اظہار ہے، اجتماعیت میں 'نور توحید' کے رنگ کے اثرات تو وہ ہیں جو مغرب اور مغربی ذہن کے لئے موت ہے اور ان افکار کا منبع قرآن حکیم ہے۔ علامہ اقبال نے قوم کی جذبہ سے عمل

اور صحیح فکر سے کتاب یعنی قرآن حکیم تک رہنمائی کر دی اور چنانچہ ابلیس ہی کی زبان سے یہ اشعار ہیں۔

ے جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
عصر حاضر کے تقاضوں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں

ے الحذر آئین پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظِ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں

ے موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے
نے کوئی فُغفُور و خاقاں، نے فقیرِ رہ نشیں

ے کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک وصاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

ے اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں

ے چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں!

ے ہے یہی بہتر الٰہیات میں الجھا رہے
یہ کتابُ اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

ے مست رکھو ذکر و فکرِ صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے

علامہ اقبال نے جس اذعان (CONVICTION) اور سوز یقین سے قوم کو آواز دی تھی اور اسلام کی عظمت رفتہ کی بازیافت کا پیغام دیا تھا مسلمانوں نے اُسی انداز سے اس پر لبیک کہا ہے اور تین عشروں میں برطانوی سامراج کا بستر گول کر کے اس وقت دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کا قیام ممکن بنا دیا اس ساری کامیابی کا سہرا قائداعظم اور دراصل علامہ اقبال کو جاتا ہے۔

'جادووہ جوسر چڑھ کر بولے' یا عربی محاورے میں ''اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ'' کے مصداق برطانوی حکومت کے وزیر اعظم (جیمز رامزے میکڈونلڈ) نے پون صدی بعد 2007ء میں اس کا اعتراف کیا کہ تقسیم ہند نہ برطانیہ کا منصوبہ تھا اور نہ ہندو کی خواہش بلکہ صرف اور صرف علامہ اقبال کے افکار کا نتیجہ تھا:

تقسیم ہند کا اصل سبب کون؟

کیا اسلام کو جدیدیت کو اپنا لینا چاہیے یا اپنے بنیادی اصولوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے؟ دو ایسے مدارس کے درمیان جو اپنے قیام کے وقت جغرافیائی لحاظ سے چند میل کے فاصلہ پر تھے، دینی نظریات کی اس چیخ کو اس دَور میں قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا۔لیکن اگلے 100 برس میں یہ معمولی دراڑ اسلام کو دو باہم برسرپیکار نظریات میں تقسیم کرنے والی ایسی صدا تھی جس کی بازگشت آج تک دنیا میں گونج رہی ہے۔اس معمولی چیخ کے ایک بحران کی صورت میں ظاہر ہونے سے پہلے مدرسہ دیوبند اور علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی آزادئ ہندوستان کے مشترکہ مقصد میں شریک تھے اور تعلیمی رجحانات کے اختلاف کو نظر انداز کرتے ہوئے دونوں اداروں کے طلبہ اور عملہ بیسویں صدی کے ابتدائی دہائیوں میں برصغیر میں سامراجی حکومت کے خاتمہ کے لئے ہندوؤں کے ساتھ شامل تھے۔ لیکن قومیتی رجحانات اس کمزور اتحاد کی راہ میں حائل ہو گئے۔ ہندوستان جو مختلف ریاستوں کا ایک مجموعہ تھا اور مغل حکمرانوں کے تحت متحد ہو گیا تھا برطانوی سامراج کے تحت تہذیبی اور مذہبی بنیادوں پر پارہ پارہ ہونے لگا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد ایک ہر دلعزیز مسلمان شاعر اور مفکر نے جس کا نام محمد اقبال تھا، مستقبل کے آزاد ہندوستان میں مسلم اقلیت کی حیثیت کا سوال اٹھاتے ہوئے ایک اسلامی قومیتی نظریہ کی بنیاد رکھنا شروع کی۔اقبال جنہیں کسی دور میں اپنی نظموں کی وجہ سے ہندو مسلم اتحاد کا پیامبر سمجھا جاتا

تھا، یورپ میں وقوع پذیر ہونے والے یہودی انتشار عظیم (DIASPORA) کے انجام کے بارے میں اب انتہائی متفکر نظر آنے لگے، کیونکہ'' اقبال نے عیسائی یورپ کی ثقافتی اکثریت میں یہودی وحدانیت کو پارہ پارہ ہوتے دیکھا تھا اور انہیں یہ پریشانی لاحق تھی کہ مسلمانوں کا بھی یہی انجام ہوگا ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمانوں نے اپنی تہذیب کو ہندی قومیت کی بھینٹ چڑھا دیا تو آہستہ آہستہ وہ اس میں جذب ہوتے ہوئے معدوم ہو جائیں گے۔'' یہ بات پاکستان کے ادارہ مقتدرہ قومی زبان کے چیئرمین اور اقبال کی سیاسی فکر پر لکھی گئی ایک کتاب کے ایڈیٹر فتح محمد صاحب نے بیان کی۔

اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک حواس باختہ اجتماع کے سامنے 29 دسمبر 1930ء کو اس صورت حال کا یہ حل رکھا کہ شمال مغربی ہندوستان میں مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل ایک آزاد ریاست ہو، ایک علیحدہ وطن جہاں مسلمانوں کا اپنا اقتدار ہو۔ اس تجویز کا ردعمل دھماکہ خیز تھا۔ اس وقت کا برطانوی وزیر اعظم JAMES RAMSAY MacDONALD پکار اٹھا کہ متحدہ ہندوستان کے لئے ''ہماری تمام کاوشوں پر اقبال شاعر نے پانی پھیر دیا ہے۔'' اگلے ہی روز TIMES OF LONDON کے اداریہ نے مشرق وسطیٰ، ایران، افغانستان اور روسی سلطنت کے سرحدی علاقوں پر مشتمل ایک متحدہ اسلامی ریاست کے منصوبہ کا چرچا کیا۔ (ٹائم میگزین 13 اگست 2007ء) (ترجمہ شہرام اقبال)

اسلامی مملکت کا خواب

علامہ اقبال کا یہ شعر قابل غور ہے!

؎ تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

ترکی میں 1919ء ۔1924ء کے عرصے میں خلافت عثمانی کا خاتمہ کر دیا گیا اور عین

اُسی وقت برطانوی ہند میں خلافت مومنٹ چلی اور مسلمانوں بیدار ہوکر 1930ء کے خطبہ الٰہ آباد کے عین مطابق قائداعظم محمد علی جناح کی زیرقیادت جدوجہد کر کے خلافت اسلامیہ کے لئے ایک ملک حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے علامہ اقبال 1938ء میں وفات پاگئے تاہم مسلمانوں کے جوش اور جذبے اور اسلام کی ابدی تعلیمات، مغربی فکر کی بے ثباتی اور حضرت محمد ﷺ کی اسلام کے غلبہ کی پیش گوئیوں کی روشنی میں علامہ اقبال کو یقین کامل تھا کہ ایک مملکت خداداد برطانوی ہند کے شمال مغرب میں وجود میں آکر رہے گی اسی کی ایک اور مثال تاریخ کے صفحات میں درج ہے۔

پندرہویں صدی عیسوی میں سپین میں مسلمانوں کے حالات خراب تھے سات صدیوں بعد مسلم اقتدار کو عیسائیت سے خطرات درپیش تھے۔ بالاخر یہ اقتدار 1492ء میں سقوطِ غرناطہ کے بعد ختم ہوگیا عین اسی دوران 1453ء میں سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کر لیا اور اس طرح مسلمانوں کو مشرق کی طرف سے یورپ میں داخلے کا راستہ مل گیا جس کے نتیجے میں مسلمان فوجوں نے سارا مشرقی یورپ فتح کر لیا۔ ایک وقت میں مسلمان فوجیں فرانس میں پیرس کے دروازے پر دستک دے رہی تھیں۔ غالباً اسی پس منظر میں علامہ اقبال نے یہ تاریخی شعر کہا تھا

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے، اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے

ابلیسی قوتوں کا علامہ اقبال پر دباؤ

اس میں شک نہیں کہ علامہ اقبال کی یہ بے مثال فکری بصیرت ہی کا شاہکار تھا جس کا پھل مسلمانانِ ہند کی بیداری کی شکل میں نکلا۔ مسلمانانِ ہند میں تو جذبہ بیدار ہوگیا تھا اور منزل کا سراغ بھی واضح تھا مگر برطانوی سامراج اور صہیونی قوت کسی صورت مسلمانوں کی بیداری کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھی اور انہیں دبا کر ہی رکھنا چاہتے تھے۔ یہ صورت ویسے تو سب پر عیاں تھی تاہم خود علامہ اقبال بھی اس صورت حال سے دوچار ہوئے ہیں۔

پروفیسر برہان احمد فاروقی رحمہ اللہ صاحب کی روایت ہے کہ علامہ اقبال پر اپنے دوستوں کا بھی دباؤ تھا اور حالات کا تقاضا بھی تھا کہ وہ حالات کے اس قدر صحیح تجزیہ کرنے اور مستقبل میں ایک اسلامی خلافت کے قیام کے بارے میں وثوق رکھنے کے بعد اب عملی اقدامات

بھی کریں اور اپنی جماعت بنائیں۔جس کے بارے میں علامہ اقبال نے 1932ء۔1936ء تک مشورے کے بعد احباب کے چند اجلاس بھی بلائے ۔جن احباب سے مشاورت ہوئی ان میں ڈاکٹر سید ظفر الحسن ،صوفی غلام مصطفےٰ تبسم ،میر غلام بھیک نیرنگ ،ڈاکٹر عبدالوحید ،سید نذیر نیازی اور خواجہ غلام دستگیر وغیرہ شامل ہیں۔اس کے بارے میں پروفیسر برہان احمد فاروقی صاحب کی کتاب ’علامہ اقبال اور مسلمانوں کی سیاسی نصب العین کے تناظر میں آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کے ڈائریکٹر چوہدری مظفر حسین نے جو تبصرہ کیا ہے وہ قابل غور ہے۔‘

’’ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے اس مقالہ میں اس امر پر روشنی نہیں ڈالی گئی کہ یہ منصوبہ یکا یک کیوں ترک کر دیا گیا لیکن انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اس طرح کے کاموں میں برطانوی استعمار کی طرف سے جو موانع پیدا کئے جا رہے تھے ان کے پیش نظر یہ منصوبہ بہت احتیاط اور رازداری کا تقاضا کرتا تھا۔مگر علامہ اقبال کے وہ ’’فدائین‘‘ جو حکومت کی طرف سے ’علامہ اقبال کی نگرانی پر مامور تھے‘‘ اس منصوبے سے واقف ہو گئے‘ اس لئے یہ منصوبہ ترک کر دینا پڑا۔خواجہ عبدالوحید کی تحریر سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے ’’معتقدین اقبال‘‘ ہی اس منصوبہ پر عمل پیرا ہونے کو تیار نہیں تھے۔‘‘ اقتباس از: ’’علامہ اقبال کی آخری خواہش‘‘ تالیف: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

ایک صدی قبل سامراجی ایجنسیاں اس حد تک مؤثر تھیں ——— تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آج وہ کس قدر سازشوں کا جال پھیلا چکی ہوں گی اسی وجہ سے احیائے اسلام کے خواب کو حقیقت بنانے کی رفتار اس قدر سست ہے وہ عالمی استعماری اور ابلیسی قوتیں اس دور میں صومالیہ، سوڈان، عراق، افغانستان اور پاکستان اُسی مکروہ سوچ اور فاسد عزائم کے ساتھ ہمارا تورابورا بنانے میں مصروف ہیں اور دوستی کی آڑ میں ’بغل میں چُھری منہ میں رام رام‘ کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔

اس گفتگو کا حصہ دوم ان شاءاللہ 1940ء کی قرارداد
پاکستان سے 1951ء کے حالات پر مشتمل ہو گا

20 قد آور شخصیات پر سیمناروں کا سلسلہ 14

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ

(29 اپریل 1779ء۔6 مئی 1831ء)

انجینئر مختار فاروقی

آپ خانوادہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے نمایاں چشم و چراغ تھے۔ 29 اپریل 1779ء کو دہلی میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے چھوٹے بیٹے شاہ عبدالغنی کے ہاں ولادت ہوئی۔ آپ کی طبیعت بچپن ہی سے دعوت و اصلاح کے کاموں کی طرف مائل تھی۔ اللہ نے ذکاوتِ طبع بھی عطا کی تھی اور فطرتِ سلیمہ بھی۔ جلد ہی علومِ متداولہ سے فراغت حاصل کر لی۔ خاندان کا ماحول ہی کسی طرح کم نہیں تھا آپ کو سید احمد بریلوی علیہ الرحمۃ کی صحبت میسر آئی تو 'کند ہم جنس باہم جنس پرواز' والا معاملہ ہو گیا۔ اور زندگی بھر سید صاحب کے 'شریک حیات' رہ کر انہیں کے ہمراہ 6 مئی 1831ء کو سکھوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ میں شہادت پائی۔

جنوبی ایشیاء کے معروضی حالات

حضرت شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کی شعوری زندگی 1790ء سے شروع ہوتی ہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے حالات ہم حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، حضرت احمد شاہ ابدالی رحمہ اللہ اور حضرت سلطان فتح علی ٹیپو رحمہ اللہ کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔ 1790ء تا 1850ء کے چھ عشروں کے حالات کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے:

☆ 1794ء میں انگریز گورنر جنرل نے (جو اس وقت تک ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندہ

ہوتے تھے) بنگال پر قبضہ مستحکم ہونے پر اصلاحاتِ اراضی (LAND REFORMS) کے نام پر دوبارہ بندوبست اراضی کردیا اور اسلام کے بابرکت نظامِ اراضی کو ختم کر کے جاگیرداری (FEUDAL SYSTEM) کی بنیاد رکھ دی جس نے انگریزی اقتدار کے استحکام اور طوالت میں اہم کردار ادا کیا۔ انگریز نے سرکاری زمینیں من پسند افراد (جو ہمارے نقطہ نظر سے غدارانِ قوم تھے اور انگریز سے وفاداری کا دم بھرتے تھے) کو عطا کرنا شروع کر دیں تاکہ ایسے افراد مقامی آبادی اور اپنے علاقے کے لوگوں کو انگریز کے خلاف اور اس کے مظالم کے خلاف کھڑے ہونے سے روکیں مزید برآں یہ افراد وسائل پر قابض رہ کر انگریز کے وفادار بھی رہیں۔

یہی دور ہے جب انگریز مقامی باحیثیت آزاد اور حکمران طبقہ کی دولت، نوادرات اور قیمتی اشیاء چرا کر اور لوٹ کر انگلستان روانہ کر رہے تھے اور خود بھی اس میں سے منفعت حاصل کر رہے تھے گویا CORRUPTION بھی انتہا پر تھی۔

انگریزوں کے جنوبی ایشیا پر قبضے سے پہلے یہ علاقہ 'سونے کی چڑیا' اور دنیا بھر کا 'اناج گھر' کہلاتا تھا۔ تاہم انگریز کی لوٹ کھسوٹ نے اُسے ایسا برباد کیا کہ اب آزادی کے چھ عشروں بعد بھی وہ اپنی سابقہ اقتصادی حیثیت بحال نہیں کرا سکا۔

لارڈ کلائیو گورنر جنرل جب معزول ہو کر واپس انگلستان گیا اس پر کرپشن (مالی بدعنوانیوں) کا مقدمہ چلا تو اس نے اپنے اقبالی بیان میں کہا کہ وہاں دولت ہی اتنی ہے کہ لوگ خود ہی لاکھوں کروڑں کی رشوت پیش کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ اٹھارویں صدی کے لاکھوں آج کے اربوں روپوں کے برابر ہیں۔

☆ سلطان ٹیپو کی شہادت (31 مئی 1799ء) کے بعد انگریز کے لئے کوئی مزاحمت نہ رہی اور وہ سیدھا دہلی پہنچ گیا۔ 1802ء سے سلطنت مغلیہ کے اقتدار کو ختم کیے بغیر ایک انگریز ریذیڈینٹ مغل بادشاہوں کے ساتھ بیٹھنے لگا تاکہ تمام فیصلے انگریز کے علم میں رہیں اور اس کی مرضی کے مطابق ہوں۔

☆ اسی دوران میں انگریز نے پورے ملک میں مقامی لوگوں کی علاقائی ریاستوں کو فروغ دیا تاکہ وہ مغلیہ خاندان سے بغاوت کر کے اپنے اقتدار کا اعلان کریں اور مغلیہ سلطنت خود بخود دم

توڑ جائے اور نئی ریاستیں انگریز کی احسان منداور دست نگر ہو جائیں اس طرح کسی فوج کشی کے بغیر 1850ءتک انگریز عملاً پورے ملک پہ قابض ہو گیا تھا۔

☆ انگریزوں نے بنگال میں قدم جمانے کے بعد کلکتہ کو دارالحکومت بنایا اور آئندہ کے لئے طویل منصوبہ بندی کر کے ضروری اقدامات کیے جن میں سے چند اقدامات درج ذیل ہیں:

(1) ایک طرف مسلمانوں اور مقامی لوگوں میں عیسائیت کو فروغ دینے کے لئے عیسائی مشنری اداروں کی فوج ظفر موج یہاں آنا شروع ہوگئی۔اور عیسائیت کی تبلیغ کے لئے سرکاری سرپرستی میں کام شروع ہوگیا۔

(2) مقامی آبادی کے عیسائیت کی طرف آنے سے جنوبی ہند میں عیسائیت کو فروغ مل گیا نیز سرکاری سرپرستی اور مشنری جذبے کی وجہ سے مقامی عیسائی لوگوں کو مراعات اور اعلیٰ تعلیم کے ساتھ حکومتی ملازمتوں میں خصوصی درجہ ملتا چلا گیا۔

(3) یورپی اقوام کو جنوبی ہند میں پاؤں جمانے اور استحکام کے لئے ایک ہی خطرہ تھا اور وہ اقلیم ہند پر چھتری کی طرح چھائے ہوئے ملک چین سے تھا جہاں سے پہلے بھی فاتحین وسطی ایشیا، ایران اور پھر ہندوستان پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں۔ برطانوی سامراج نے اس خطرہ سے نمٹنے کے لئے اپنے تجارتی ذہن کو استعمال کیا ہے اور عسکری و سیاسی میدان میں مقابلے کی بجائے ''دشمن کو نقصان پہنچانے کا ہر اخلاقی اور غیر اخلاقی طریقہ اپنانے سے گریز نہ کرو'' کا انسانیت سے گرا ہوا طریقہ استعمال کیا۔ چنانچہ لارڈ کلائیو ہی کے دور سے افغانستان اور پاکستان کے شمالی علاقہ جات سے افیون کی تیاری کو فروغ دے کرٹنوں کے حساب سے افیون خرید کر برطانوی سامراج نے چین پہنچائی ہے اور دو عشروں تک چین میں لاگت سے کم قیمت (SUBSIDISED RATES) پر عوام کو مہیا کی ہے تاکہ پوری قوم اس کی عادی ہو جائے۔ مغربی سامراج اس غیر اخلاقی طریقے کو استعمال کر کے دشمن کو ڈیڑھ صدی تک 'خواب خرگوش کی نیند سلانے' اور عالمی معاملات میں حصہ لینے سے باز رکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ (تا آنکہ بیسویں صدی میں جناب ماؤزے تنگ نے آکر قوم کو جگایا ہے اور اب مزید نصف صدی بعد چین عالمی اقتصادیات پر بلا شرکت غیرے قابض ہو چکا ہے۔)

(4) اقلیم ہند میں برطانوی سامراج کے طویل المیعاد قیام کی منصوبہ بندی میں برطانوی عسکری اور حکومتی عہدیداران (MILITARY & CIVIL BEAUROCRACY) کو مقامی ہندوستانی تہذیب وثقافت اور زبان سے آشنا کرانا ضروری تھا۔اس مقصد کے حصول کے لئے کلکتہ میں ہی فورٹ ولیم میں کالج قائم کیا گیا جس میں برطانیہ سے آنے والے انگریزوں کو مقامی زبان کے علاوہ مقامی کلچر، طور طریقے اور حکومت کے انداز سکھائے جاتے تھے۔ایک اہم فیصلہ یہ کیا گیا کہ آئندہ برطانوی سامراج کے اہلکاروں کے پورے اقلیم ہند میں مقامی لوگوں سے رابطے اور ابلاغ کے لئے 'اردو' زبان کا استعمال ہوگا۔ ہندی زبان یا کوئی اور زبان منتخب کی جاتی تو خلفشار کا خطرہ تھا لہٰذا ایک ترقی پذیر اور پورے جنوبی ایشیا میں سمجھی جانے والی زبان اردو کا انتخاب کر کے اس کی تعلیم اور فروغ کا کام شروع ہوا۔اس مقصد کے لئے مقامی سطح پر اردو زبان کے ادیبوں اور شعراء کے ذریعے ایسا لٹریچر اور مواد تیار کیا گیا جو بعد میں فورٹ ولیم کالج میں بطور نصاب رائج کر دیا۔

(5) برطانوی سامراج اقلیم ہند میں وارد ہوا تو اس نے مسلمانوں کو سیاسی، عسکری، اخلاقی اور مذہبی وثقافتی طور پر یعنی ہر ممکن طریقے پر دوسری اقوام سے پیچھے رکھنے اور 'خواب غفلت' میں ڈالنے کے ہتھکنڈے آزمائے ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں کی مذہبی کتابیں جمع کر کے منضبط کرنا برطانوی سامراج کا ایک کارنامہ تھا ان کی طباعت واشاعت بھی اس دور میں ہوئی۔مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے سے دور کرنے اور ماضی سے کاٹنے کی غرض سے بنگالی زبان کا لکھنے کا انداز عربی رسم الخط (دائیں سے بائیں اور عربی حروف تہجی) کی بجائے انگریزی اور ہندی کے قریب کر دیا اسی طرح سندھی زبان کا طرزِ تحریر (SCRIPT) بھی ایسا کر دیا جو عربی فارسی اور اردو سے مختلف ہو گیا حالانکہ بنگالی زبان میں بے شمار الفاظ عربی زبان کے ہیں مگر طرز تحریر (SCRIPT) کے الگ ہونے کی وجہ سے ایک عام اردو دان مسلمان اس کو پڑھ نہیں سکتا۔

بعینہ سندھی زبان میں فارسی، عربی اور پنجابی کے بہت سے الفاظ مشترک ہیں مگر طرز تحریر (SCRIPT) کی تبدیلی سے سندھی زبان (چونکہ سندھ دور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہی داخل اسلام ہو گیا تھا لہٰذا یہاں ٹھیٹھ اور خالص اسلامی کلچر اور روایات آج بھی موجود ہیں) کی مٹھاس اور

اسلام دوستی سے پنجاب اور دیگر قریبی علاقوں کے مسلمانوں کو محروم کر دیا گیا اسی طرح نئے طرز تحریر سے سندھ کے مسلمان عربی اور فارسی سے بھی کاٹ کر قرآن و حدیث اور مذہبی لٹریچر سے نا آشنا کر دیے گئے اور آپس میں مسلمان بھائیوں کو ایک دوسرے کی زبان و تحریر نہ سمجھنے کی وجہ سے اجنبی بنا دیا اس کا ایک نتیجہ یہ ضرور نکلا کہ اردو زبان کو فروغ ہوا اور اس نے اقلیم ہند میں آباد تمام اقوام اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے آپس کے رابطے کی زبان بنا دیا۔

(6) انگریزی کو سرکاری زبان بنا دیا گیا جس سے مسلمانوں کو نقصان ہوا ہندو نے انگریز دوستی میں انگریزی زبان اور مغربی علوم سیکھ کر تعلیمی ترقی اور بیداری میں مسلمانوں پر سبقت حاصل کر لی۔ جب کہ مسلمان بالعموم انگریز کو دشمن اور غاصب سمجھتے تھے لہٰذا اس کی زبان اور علوم سیکھنے کو بھی اس سے تعاون سمجھتے تھے نتیجتاً مسلمان اقلیم ہند میں پھیلتے ہوئے برطانوی سامراج میں حکومتی اعلیٰ عہدوں کے اہل نہ رہے اور یوں حکومتی ایوانوں سے دور ہو گئے۔

برطانوی سامراج نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اور مسلمان انگریز کو اپنے زوال کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ لہٰذا ــــــــــ ایسٹ انڈیا کمپنی کے اہلکار مسلمانوں پر اعتماد نہیں کرتے تھے اور اپنا وفادار نہیں سمجھتے تھے اسی لیے طویل عرصے تک کسی مسلمان کو مقامی فوج میں شامل نہیں کیا گیا اگر شامل کیا بھی تو ــــــــــ اعلیٰ عہدوں تک نہیں پہنچایا گیا نتیجتاً اعلیٰ فوجی عہدوں کے دروازے بھی مسلمانوں پر بند ہو گئے۔

(7) مسلمانوں کو اقتصادی لحاظ سے کمزور کرنے کے لئے مسلمان زمینداروں سے جاگیریں واپس لے لی گئیں اور انہیں حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا اور سرکاری اور تجارتی لحاظ سے بھی مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے گئے، صنعتوں اور دستکاری کے میدانوں میں بھی مسلمانوں کو ہر ممکن طریقے سے دبا دیا گیا۔ حکومتی اور فوجی عہدوں پر مسلمانوں کے دروازے بند تھے ہی صنعتی شعبہ میں مسلمانوں کو بے دخل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔

عدالتی نظام میں بھی مسلمان اہل علم (علماء و فضلاء) قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں غیر اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے کرنے کو حرام سمجھتے تھے لہٰذا مسلمانوں پر عدالتی نظام میں بھی سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند ہو گئے اور مسلمان دنیاوی اعتبار سے اور وسائل دنیوی کے

اعتبار سے بہت پیچھے چلے گئے۔

اس دور میں صرف وہ مسلمان طبقہ محفوظ رہا جو کسی وجہ سے انگریز کا وفادار بن گیا تھا اور برملا انگریز سے رابطے رکھ کر ان سے وفاداری کا دم بھرتا تھا۔ ایسے لوگوں کو برطانوی سامراج نے ہر طرح سے نوازا بھی ہے اور ان کے خاندانوں کے لئے بھی حکومت، فوج اور عدلیہ میں ملازمتوں کے مواقع بھی پیدا کیے ہیں۔

انیسویں صدی کے عالمی حالات

عالمی سطح پر یورپی صنعتی انقلاب کے نتیجے میں جب اقوام یورپ اپنے اپنے ملک سے نکل کر پھیلی ہیں تو دنیا کی کمزور اور پس ماندہ اقوام پر قابض ہوتی چلی گئیں حتیٰ کہ اٹھارویں صدی کے اختتام تک دنیا میں کوئی ساحل سمندر، کوئی جزیرہ یا آبادی ایسی نہیں تھی جہاں یورپی اقوام نے قدم نہ جما لیے ہوں اور مقامی آبادیوں کو بے دست و پا نہ کر دیا ہو۔

اس انداز میں عالمی وسائل پر قبضہ کرنے اور اپنے تیار شدہ مال کی کھپت اور خام مال کے حصول کی دوڑ میں ہوس نے اگلا قدم یہ رکھا کہ یورپی اقوام آپس میں بھی دست و گریبان ہو گئیں اور حُبِ تفوق (THE URGE TO DOMINATE) نے تخت برطانیہ اور فرانس کو جنگوں میں آمنے سامنے کر دیا چنانچہ نپولین بوناپارٹ کی برطانیہ سے مشہور جنگیں ہیں 1813ء کی واٹرلو کی جنگ اور بالآخر برطانیہ کا مصر پر قبضہ اسی ہوس اقتدار کا شاخسانہ تھا۔

یورپی استعمار نے اٹھارویں صدی اور انیسویں صدی میں عثمانی سلطنت کے علاقے فتح کرنے شروع کیے چنانچہ ایک ایک کر کے وسطی افریقہ کے تمام مقبوضات فرانس اور اٹلی وغیرہ کے پاس چلے گئے برطانیہ نے فرانس سے لڑ کر مصر حاصل کر لیا تا کہ بحیرہ روم سے بحیرہ قلزم تک رسائی حاصل کر سکے۔

برطانوی سامراج نے مصر پر بالواسطہ قبضے کے بعد جزیرہ نمائے عرب میں بھی ساحلی علاقوں پر قدم جمانے شروع کیے اور آہستہ آہستہ عربوں کو ترکوں کے خلاف اکسایا ہے اور مسلمانوں کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور مرکز خلافت ترکی سے علیحدگی کے لئے باہمی نفرت

کے بیج بوئے ہیں۔ جزیرہ نمائے عرب میں چونکہ مسلمانوں کے انتہائی اہم مذہبی مقامات ہیں لہٰذا برطانوی سامراج نے یہاں خصوصی توجہ کی ہے اور مسلمان امت کے حصے بخرے کرنے کی کوششوں میں مصروف رہا ہے۔

شاہ صاحب کی اصلاحی وجہادی سرگرمیوں کی سرگزشت

سید احمد بریلوی رحمہ اللہ نے جب دہلی آکر سلسلۂ رشد وہدایت شروع کیا تو 1817ء ہی میں آپ نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی اور سید صاحب کے ساتھ بقحوائے الفاظ فرمانِ رسالت مآبﷺ: فی العُسر والیسر و المنشط و المکرہ (طبیعت آمادہ ہو تب بھی اور اپنے آپ پر جبر کرنا پڑے تب بھی، مشکل ہو یا آسانی) اطاعت امیر کرنے کا نمونہ پیش کردیا۔

اسی زمانے میں سید صاحب کے ساتھ مل کر آپ نے دعوتِ اصلاح اور جہاد کی تیاری کا کام شروع کردیا۔ اس سلسلے میں آپ نے متعدد جگہ پر اسفار کیے اور سید صاحب کے ساتھ رہے ان مقامات میں سہارن پور، پھلت، گنگوہ، مظفرنگر، دیوبند، کاندھلہ، آلہ آباد، بنارس، کانپور اور لکھنو شامل ہیں۔ ان اسفار کے نتیجے میں لوگوں کے عقائد واعمال میں اصلاح ہوئی اور جہاد کا شوق پیدا ہوا۔

گزشتہ کئی صدیوں سے ہند میں حج کا عام چرچا نہیں تھا۔ سمندری سفر مشکل تھا اور زمینی سفر بھی خطرات سے خالی نہیں تھا۔ لہٰذا شاذ و نادر ہی کوئی آدمی حج کے لئے رختِ سفر باندھتا تھا۔ اکثر شائقین علم ہی اعلٰے تعلیم کے لئے اسلامی مراکز کا سفر اختیار کرتے تھے۔ انیسویں صدی کے شروع میں بھی سمندری راستے انگریزوں کے قبضے میں تھے اور انہیں کے جہاز رواں دواں رہتے تھے جن میں تجارتی سامان کے جہازوں کے ساتھ مسافر جہاز بھی ہوتے تھے۔

سید صاحب نے جہاد کی تیاری کی سلسلے میں لوگوں کو گھروں سے نکالنے کی مشق اور مشکلات کو برداشت پیدا کرنے کی تعلیم کے لئے ابتداءً اجتماعی حج کا عندیہ ظاہر فرمایا جس پر لوگ تیار ہو گئے، سفر کے خرچ کے لئے بھی اہل ثروت اور عام مسلمانوں نے دل کھول کر مدد کی، انگریز

نے بھی اسی سفر حج کو کوئی خطرہ نہ سمجھا۔ چنانچہ شوال 1236ھ 1821ء آپ 400 ساتھیوں کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوگئے تو یہ ساتھی زیادہ نہیں تھے مگر یہ چار سو ساتھی ہزاروں لوگوں کے دلوں میں حج کے سفر، دین کے لئے گھروں سے نکلنے اور شوقِ جہاد کی شمعیں روشن کر گئے۔ اور شعبان 1239ھ اپریل 1824ء کو آپ کی اس سفر حجاز سے وطن واپسی ہوئی۔

اس سارے عرصے میں آپ دل و جان سے سید صاحب کے ساتھ رہے۔ شاہ اسماعیل صاحب کے دادا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے پون صدی قبل سفر حجاز کیا تھا اور وہاں ایک عرصہ گزارا تھا وہاں کے حالات شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کو معلوم تھے، حجاز کے مشہور مصلح شیخ محمد بن عبدالوہاب شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ہم جماعت بھی تھے کہ دونوں کے استاد حضرت شیخ محمد حیات سندھی رحمہ اللہ تھے بعد میں بھی شیخ محمد بن عبدالوہاب کے اصلاحی کام اور جہادی مساعی کا تذکرہ دہلی پہنچتا رہتا تھا جو شاہ اسماعیل کے علم میں تھا۔ لہٰذا قیام حجاز کے دوران شیخ محمد بن عبدالوہاب کے کام، ان کے طریق کار اور اُن کی کامیابیوں کا براہ راست سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل کو مشاہدہ ہوا جس سے جذبوں کو جلا ملی۔ آل سعود نے 1818ء میں ہی مصر کے حکمرانوں سے طویل جنگ کر کے سلطنت عثمانیہ کے بڑے علاقے کو اپنے زیر اثر کر لیا تھا۔ جس کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔

اس قافلۂ حج کی واپسی پر شاہ صاحب دو برس تک سید صاحب کے ساتھ جہاد کی تیاری میں مصروف رہے، سید صاحب نے لوگوں میں جہاد کا جذبہ پیدا کر دیا، مختلف عزیزوں دوستوں اور حکمرانوں کو خطوط لکھے اور خوب مشورے کے بعد آپ نے کسی ایسے مقام کے انتخاب کا ذہن بنایا کہ جہاں پشت پر مسلمانوں کی حکومت اور عملداری ہو اور ایسا مقام سوائے درّہ خیبر سے نیچے پشاور کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا جنگی حکمت عملی کے تحت یہی رائے صائب تھی اس لئے کہ انگریز سے جہاد شروع کیا جاتا تو دہلی پر تو انگریز کا قبضہ تھا انگریز کی گود میں بیٹھ کر انگریز سے جہاد نہیں ہو سکتا تھا سکھ اور انگریز دونوں مخالف تھے۔ تاریخ کا بہاؤ ہی ایسا تھا یا ہندو کی چال تھی کہ اس نے برطانوی سامراج کا ساتھ دینے اور مسلمانوں کو نیچا دکھانے کا فیصلہ کیا تو 1789ء میں ہی سکھ حکومت قائم ہو گئی تا کہ مسلمانوں کو افغانستان سے کوئی مدد نہ مل سکے اور کوئی فاتح بن کر ہند میں قدم نہ جما سکے۔

اس طرح فیصلے کے مطابق اس قافلہ کو پنجاب میں سکھ عمل داری کو بائی پاس کر کے قندھار، قابل کے راستے پشاور پہنچنے کا پروگرام تھا اور شاہ اسماعیل رحمہ اللہ اس جہاد کے لئے طویل سفر میں شریک رہے۔ یہ جہادی قافلہ جمادی الثانی 1291ھ، جنوری 1826ء کو ہند کو دارالحرب قرار دے کر گوالیار، ٹونک، اجمیر، عمر کوٹ، حیدر آباد، پیر جو گوٹھ، شکارپور، بولان، کوئٹہ، چمن، قندھار، غزنی، کابل جلال آباد کے راستے درہ خیبر سے اتر کر پشاور پہنچا ان مقامات سے بھی دعوت جہاد کے ذریعے لوگوں نے اس قافلے میں شرکت کی۔ ربیع الاول 1242ھ یعنی نومبر 1826ء کو یہ لشکر پشاور سے چارسدہ اور پھر نوشہرہ پہنچا۔ یہاں سکھ حکمران رنجیت سنگھ کو جہاد کی شرائط پیش کیں اور بالآخر جنگ کی نوبت آ گئی۔

جنگ نوشہرہ میں مجاہدین کو فتح ہوئی اور قریب کے علاقوں میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی سید صاحب نے علاقے میں اسلامی حکومت قائم کر لی اور اسلامی قوانین کا نفاذ کر دیا۔ تاہم سکھوں کی عیارانہ چالوں، بعض علاقائی سرداروں کی بدعہدی اور میدانی علاقوں کے مہاجر مجاہدین کی پہاڑی علاقوں سے عدم واقفیت کی بنا پر کامیابی آہستہ آہستہ پسپائی میں بدل گئی اور بالآخر مجاہدین نے کشمیر کو اپنا مستقر بنالیا جہاں حالات بہتر نہ ہو سکے اور مجاہدین کا یہ بے لوث قافلہ سکھوں کے خلاف جنگ میں داد شجاعت دیتے ہوئے بالاکوٹ کے مقام پر شکست سے دوچار ہو گیا۔ سید احمد اور شاہ اسماعیل نے مردانہ وار مقابلہ کر کے شہادت پائی اور بہت سے مخلص ساتھی بھی شہادت سے سرفراز ہوئے۔ یہ انہیں مجاہدین کے گرم خون اور ولولوں کا صلہ ہے کہ آج بھی جہاد انہیں علاقوں میں جاری و ساری ہے اور انہیں مجاہدین کی روحیں اور باقیات غیراللہ کی حکومت و حاکمیت سے نبرد آزما ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن ؎
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مجاہدین اسلام کے اس قافلے کے بچے کچے لوگ واپس وطن بھی پہنچے اور ان پانچ سالوں میں دہلی اور آس پاس کے علاقوں سے مالی معاونت اور لوگوں کی آمد و رفت بھی جاری رہی جس سے انگریز خائف تھا۔ اور اس نے ان مجاہدین کو شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی

سرگرمیوں کے مشابہ قرار دے کر ''وہابی'' مشہور کر دیا جو آج بھی زبانِ زد عام ہے۔ تاہم شاہ اسماعیل شہید اوران کے ساتھیوں کی جہادی مساعی میں اور شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی مساعی کے زیر اثر علاقے فتح کرنے کے عمل میں نوعیت کا بہت بڑا فرق تھا جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

حضرت شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کا ایک ہی بیٹا شاہ محمد تھا' جو حالت جذب میں 1268ھ (1852ء) میں لاولد فوت ہوا۔ اس کے علاوہ کوئی چیز ورثے میں نہ چھوڑی' سوائے ان تصانیف کے' جو ردّ بدعت اور ترویج سنت کے لئے لکھی گئیں تھیں۔ ان میں سے ردّ الاشراک (عربی زبان میں شرک اور بدعت کے ردّ میں) ''تقویت الایمان'' (اردو زبان میں ردّ الاشراک کی آیات و احادیث کا ترجمہ) ''منصب امامت'' (فارسی) ''ایضاح الحق الصریح'' (فارسی) رسالہ یک روزی (فارسی زبان میں تقویت الایمان پر اعتراضات کا جواب) ''رسالہ اصول فقہ'' (عربی) ''عبقات'' (عربی میں حقائق تصوف کا ذکر) اور قصائد' نعتیں اور خطبات اہم ہیں۔ خطبات کا مجموعہ نواب صدیق حسن خان نے شائع کرایا۔

یہ سیمینار یکم جولائی 2007ء بروز اتوار صبح 9:00 تا 12:00 بجے منعقد ہوا۔ اس میں جناب ساجد محمود مسلم، پروفیسر مہر غلام سرور، مولانا انور چیمہ، انجینئر مختار فاروقی اور دیگر اہل علم حضرات نے' حضرت شاہ اسماعیل شہیدِ بالاکوٹ کے حالاتِ زندگی پر اظہار خیال فرمایا۔ (ادارہ)

وحی آسمانی سے انکار اور سیکولر انداز فکر کے ساتھ

تجدیدِ علوم کے بعد پروان چڑھنے والے مغربی افکار کے زیر اثر

اقوامِ مغرب کا ''مثالی معاشرہ''

سیرت و کردار کے خدوخال

انجینئر مختار فاروقی

حکمت بالغہ کے حقیقت علم نمبر کا ایک باب قارئین کرام کی خاص توجہ اور غور وفکر کے لئے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے تا کہ اقوام مغرب کی بالا دستی کے ساتھ جدید طرز پر علوم کی تشکیل کے نتیجے میں جو انسانی اقدار اور مغربی مثالی معاشرہ وجود میں آیا وہ کسی طرح بھی انسانی معاشرہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ مغربی افکار کے نتیجے میں سوشل سائنسز اور تہذیب وثقافت کی موجودہ اٹھان کی ایک تصویر جو اس مضمون میں سامنے لائی گئی ہے مغربی اقوام کی موجودہ ترقی اور تہذیب واخلاق اور LIFESTYLE سے متعلق گفتگو کرتے وقت یہ حقائق ہر صاحب نظر کو سامنے رکھنے چاہئیں تا کہ ہم اپنے افکار ونظریات کو بچا کر مغربی عسکری، سیاسی، علمی، تہذیبی یلغار کا مقابلہ کر سکیں۔ (ادارہ)

بیسویں صدی کے تیسرے عشرے کے اختتام تک سارے مغربی افکار سامنے آچکے تھے اور مغربی معاشرہ ان افکار میں ڈوب کر ان کا رنگ اختیار کر چکا تھا ــــــــــــــــ یا بالفاظ دیگر یوں کہنا زیادہ بہتر ہے کہ خدا بیزاری اور خدا ناشناسی کے اصول، آسمانی ہدایت کے بندھنوں سے آزادی اور اخلاقی ضوابط کی حد درجہ تخفیف کے باعث اباحیت پرستی کی بے نور مشعلوں کے زیر اثر جو ''مثالی معاشرہ'' بانیانِ فکر مغرب نے انسانیت کو تحفہ میں دیا اس کے خدوخال پر تو علامہ اقبال نے 80 سال قبل یہ تبصرہ کیا ہے۔

بے کاریٔ و عریانیٔ و مے خواریٔ و افلاس

کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات

تاہم ــــــــــــ بیسویں صدی میں درجہ بدرجہ یہ مغربی معاشرہ جن مراحل سے گزرا ہے وہ مختصراً ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

مغرب کا اخلاقی زوال ــــ قدم بہ قدم

آپ دیکھیں گے کہ جدید دور کی چکا چوند اور نگاہوں کو خیرہ کرنے والی چمک دمک کے باوجود انسان اخلاقی طور پر ہندوستان اور یونان کے دور کے ''حیوانی معاشرہ'' کی سطح پر سے بھی کہیں نیچے گر گیا ہے، سو یا پچاس سال پہلے مغرب میں جسم کے ساتھ روح کے ماننے والے یا اخلاق و کردار کے علمبردار یا آسمانی وحی کا اثبات کرنے والے اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا پرچار کرنے والے آپ کو مل جائیں گے مگر اب وہاں شاذ و نادر ہی ایسا کوئی ذی روح مل سکتا ہے۔ اخلاقی لحاظ سے مغرب کی یہ گراوٹ اور زوال کیسے ممکن ہوا؟ آئیے بیسویں صدی کے چند چیدہ چیدہ اہم واقعات پر نگاہ ڈالتے ہیں جس سے آپ پر بھی آج کے مغرب کے انسان کی 'باطنی کیفیت' روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آجائے گی۔

1۔ کیمرہ اور اس کی تصاویر انیسویں صدی کے وسط تک مغرب میں عام ہو چکے تھے تاہم تصاویر کو واقعات کی شکل دینا (متحرک تصاویر یا فلم) شدید انسانی خواہش تھی جس کے لئے مسلسل محنت اور تجربات کے بعد تصویروں کو حرکت دے کر تیزی سے چلانے کا تجربہ کامیاب رہا اس سے انسانی آنکھ پر حقیقی انسانی زندگی کا تصور ابھرتا تھا۔

2۔ 1892ء میں اس کی عملی شکل یہ سامنے آئی کہ سینما ایجاد ہوا۔ سینما سکرین، فلمیں، سینما گھر، سٹوڈیوز، فلم ایکٹرز (اور ایکٹریسز) اور اس سے متعلق سارے لوازمات تیزی سے پھیلتے چلے گئے اگلے دس سالوں میں سینما امریکہ اور یورپ سے نکل کر ہندوستان تک پہنچ گیا۔

3۔ شروع میں یہ فلمیں گونگی (SILENT) ہوتی تھیں ساتھ تحریر لکھی جاتی تھی جس سے مفہوم تک رسائی ہوتی تھی۔

4۔ بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں آواز کے ساتھ فلمیں آنا شروع ہو گئیں گویا فلمی دنیا اور سینما میں جان پیدا ہو گئی اور اس کی مقبولیت میں اضافہ ہو گیا۔ اس سے گانا بجانا، فن موسیقی وغیرہ

نے عروج پکڑااور یہ ایک عالمی تہذیب وثقافت کا آغاز ہوگیا اہل فکر ونظر نے اندازہ لگایا کہ ایک صدی میں یہ لازماًاس سائنسی ترقی کے ذریعے ساری دنیا پر اپنی پسند کی ایک تہذیب وثقافت کی بالادستی قائم کی جاسکتی ہے۔

5۔ اسی دوران میں ریڈیو ایجاد ہوگیا گویا روزمرہ حالات کی خبریں مشرق ومغرب میں پھیلنا شروع ہوگئیں اور یوں زمین فاصلے کم ہوتے محسوس ہونے لگے۔

6۔ ٹیلی وژن کی ایجاد نے ایک قدم اور آگے بڑھادیا اور آواز کے ساتھ تصویر کی نمائش انسانی خواہش نے عملی جامہ پہنا اور ٹی وی نشریات کا آغاز ہوگیا۔

7۔ سفر کے میدان میں 1904ء میں پہلی کامیاب پرواز کے بعد امریکہ میں 1925-1930ء کے قریب کمرشل پروازوں کا آغاز ہوگیا جس سے زمین سکڑتی ہوئی محسوس ہوئی اور عالمی تہذیب کے علمبرداروں کے مقاصد کی کامیابی نگاہوں کے سامنے آگئی۔

8۔ ایک مخصوص عالمی گروہ نے ان سب ایجادات کو کچھ خاص مقاصد کے لئے استعمال کرنے اور عام انسان کو صرف پیٹ اور جنس کی تسکین تک محدود کرنے کی تگ ودو میں تیزی سے کامیابیاں حاصل کیں۔ان ایجادات سے ملٹی نیشنلز کمپنیوں کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئیں۔

9۔ مغرب میں اخلاقی زوال کی بنیادیں تو بہت پرانی ہیں اور یونانی فلسفہ کی ترویج سے اس کے ڈانڈے ملتے ہیں یورپ یقیناً ساتویں صدی عیسوی میں ہی اس دور جاہلیت (DARK AGES) سے نکل آتا مگر قیصر روم کے 628ء میں پیغمبر اسلام ﷺ کے خط کو پہچاننے کے باوجود قبول نہ کرنے کے فیصلہ نے پورے یورپ (اور امریکہ) کو اگلے ہزار سال کے لئے قعر مذلت میں دھکیل دیا تا آنکہ سقوط غرناطہ کے بعد یورپ میں علم وہنر کی روشنی مسلمانوں کے ذریعے پہنچی ،اس علمی محرومی اور اخلاقی تہی دامانی کی وجہ سے عیسائی مغرب میں اخلاق کے معیارات کا ریکارڈ کوئی قابل فخر بات نہیں ہے۔

(I) اس پر مستزاد یہ کہ انیسویں صدی میں انسان کے بارے میں ڈارون کے فلسفہ ارتقا کا نظریہ بڑی منصوبہ بندی سے عام کیا گیا کہ انسان بس ایک ترقی یافتہ حیوان ہے۔اس فلسفہ کے ذہن میں اتر جانے سے اخلاقی زوال کے اگلے مراحل یکسر آسان ہوگئے اور حق کے

مقابلہ میں باطل کی راہ دلفریب تو تھی ہی آسان بھی ہوگئی۔

(II) بیسویں صدی کی پہلی تین دہائیوں میں سگمنڈ فرائڈ کے نظریات جب سامنے آئے تو بس جیسے پٹرول کو دیا سلائی دکھائی جائے تو آن واحد میں آگ لگ جاتی ہے اسی طرح ڈارون تھیوری سے متاثر مغرب کے لئے فرائڈ کے نظریات نے دیا سلائی کا کام کیا اور امریکہ (بشمول مغرب) عملاً حیوان بن گیا۔

رہی سہی کسر منصوبہ بندی سے کام کرکے اس کو عام کرنے اور کمرشلزم (ہر کام میں انسانوں کا استحصال مالی فوائد حاصل کرنا) نے پوری کردی سینما ہو یا ٹی وی ریڈیو ہو یا اخبار کتاب ہو یا رسالہ ہر چیز میں یہی نظریہ عام کرنے کی دوڑ لگ گئی اور انسان اس کا شکار ہوکر رہ گیا۔

10۔ بیسوی صدی کی چوتھی دہائی میں امریکہ میں رنگین ٹی وی آچکا تھا جس سے گھر بیٹھے حقیقی مناظر کا لطف اٹھایا جاسکتا تھا۔ایک امریکی جریدہ (LIFE) نے اسی دوران ایک اشاعت میں گھریلو زندگی کی عریاں تصاویر کو فروغ دیا اور اپنے رسالے میں مفت چھاپنے کا بندوبست کردیا۔

11۔ مغرب کی سردی اور دھوپ کی کمی سے وہاں ایک خاص مزاج ہے کہ گرمیوں میں ساحل سمندر پر بے لباسی کی حالت میں دھوپ تاپنا ایک ضرورت تھی اس کا (TOURISM) کی شکل دے کر خوب فروغ دیا گیا۔

12۔ ساحل سمندر پر نہانے کا لباس سال کے دوران ایک مختصر مدت میں استعمال ہوتا تھا اس کو SWIMMING POOLS اور LUXURY HOTELS کے کلچر کے ذریعے عام کردیا گیا اور بے لباسی، عریانی کو مغرب کا شعار بنا دیا گیا۔

13۔ معاشرت اور فن تعمیرات میں ملحقہ غسل خانہ (ATTACHED BATHROOM) کے تصور اور ایئر کنڈیشنر کی ایجاد سے بے لباسی کو فروغ ملا (یاد رہے کہ امریکہ میں AC اور فریج 1920ء کے لگ بھگ ترقی پذیر تھا) اس پر مغربی معاشرت کے مفکروں نے DOUBLE BED کا تصور دیا جس سے بچپن سے ہی معصوم ذہنوں میں جنسی اختلاط اور جنسی جذبات کے ان میں تیراکی کے لباس کی مقبولیت، عریاں تصویریں، مقابلے، ماڈلنگ کا آغاز، نائٹ کلب اور کلرٹی

وی نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اگلے اقدام کے طور پر انسانی پوشیدہ اعضاء سے متعلق اعداد و شمار (STATISTICS) جمع کرنے کا آغاز ہوا۔ جس کی پہلی رپورٹ (KINSEY REPORT) پانچویں دہائی میں عام ہوئی جس سے ضبط تولید اور اس کے متعلق سامان کی تیاری میں رکاوٹیں صاف ہوگئیں۔

16۔ فرائڈ کے انہی نظریات کے عام ہونے اور اکنامکس کے فروغ آبادی کے اصولوں کو ملا کر تجارت کے لئے (BIRTH CONTROL) سے متعلق سامان کی تیاری کا دروازہ کھول دیا گیا۔ چنانچہ 1950ء کے عشرے کے آغاز تک امریکہ میں خاندانی منصوبہ بندی کے تمام طریقے عام ہو چکے تھے پاکستان میں یہ امریکی عنایات دور ایوبی میں ساٹھ کے عشرے میں وارد ہوئیں۔

17۔ فلم انڈسٹری کے فروغ کلر سینما سکوپ کلر ٹی وی میوزک پاپ کلچر، فلم انڈسٹری، تجارت میں اشتہارات کا فن اور اس میں ماڈل مردوں اور عورتوں کو استعمال کرنے کے ماہرین نے مغرب میں بے حیائی کا طوفان برپا کر دیا۔ (جیسے آج کل ہمارے ہاں ہے) اس ساری منصوبہ بندی کا اثر یہ ہوا کہ ہر معاشرہ میں جہاں پہلے اساتذہ، پروفیسرز اور اہل علم حضرات کے ساتھ مذہبی پیشوؤں کی قدر ہوتی تھی اور ان کی تقلید کا جذبہ تھا وہ کمزور ہونا شروع ہو گیا پہلے گویوں، بینڈ باجے والوں اور آلات موسیقی بنانے والے حضرات کو عام طور پر کوئی اعلیٰ مقام نہیں ملتا تھا جبکہ مغرب میں چھوٹی سکرین اور بڑی سکرین کی بے پناہ مقبولیت کے باعث یہ لوگ اب فنکار اور معاشرے کے سب سے معزز اور VIP'S شمار ہونے لگے ان کا شمار مشہور زمانہ لوگوں (CELEBERITIES) میں ہونے لگا اور ان میں ایک طبقہ مالی اعتبار سے بھی بہت سے تاجروں سے بھی زیادہ خوشحال ہو گیا اس طرح کھیلوں کے میدان میں کھلاڑیوں کے سکرین پر ہر وقت EXPOSURE کی وجہ سے ان کی عوامی سطح پر مقبولیت کا گراف بہت اونچا چلا گیا اب عوام میں فلمی ہیروز، فلم سٹارز اور کرکٹ کے کھلاڑیوں کی نقل میں ان کا سا لباس، رہن سہن، انداز گفتگو اور LIFESTYLE (بالوں کا انداز، ہیر کلر، میک اپ کا سامان، ٹی شرٹ، جین وغیرہ کا استعمال سمیت ہر ادا) کی نقل عام ہو گئی جس سے عوام میں مذہبی راہنماؤں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے نمونہ ہدایت کے ستارے ہونے کا رجحان کم ہو گیا ہے اور اس کی جگہ TV STARS FILMSTARS اور CRICKET

STARS نے لے لی ہے چنانچہ اس طبقہ کی عمومی بے راہ روی اور آزاد خیالی اور مذہب بیزاری کے ذریعے عوام میں ان نظریات کا سیلاب آ گیا ہے۔

18۔ ساٹھ کا عشرہ ختم ہونے پر مغربی منصوبہ ساز ذہن یہ باور کر چکا تھا کہ اب موقع ہے کہ معاشرے کو مذہب، خدا اور آخرت کے تصورات سے پاک کر دیا جائے اس کے لئے ضمیر CONSCIENCE اور اخلاق کی کسک TO BE GUILTY CONSCIENCE رکاوٹ تھی چنانچہ تعلیمی میدان میں وہ اصلاحات ہوئیں (جو آج کل ہمارے ہاں امریکی خرچ پر مفت کتابیں دے کر کی جا رہی ہیں)۔ جس کی رو سے نئی نسل میں اخلاق کی بنیادیں ختم کر دی جائیں اور انسان کو حیوان کامل بنا دیا جائے ہر طرح سے مذہب بیزار بنا دیا جائے چنانچہ MORALLESS اور VALUELESS سوسائٹی کے قیام کا منصوبہ بنا اور اسی کے ماتحت تعلیمی نصاب تشکیل دے کر تعلیمی اداروں میں نافذ کر دیا گیا۔ اس سے خالص سیکولر تعلیم کا آغاز ہوا جس کا منشاء یہ کہ انسان کے اندر سے مذہب کی گرفت کو ختم کر دیا جائے اور اباحیت کا نظریہ (ہر چیز جائز ہے مذہبی اصطلاحات جائز/ناجائز حلال حرام بے معنی ہیں) عام کر دیا جائے۔

19۔ ٹیپ ریکارڈر، ویڈیو ریکارڈر نے بھی مہمیز کا کام دیا ڈش اینٹینا اور چھوٹے ریڈیو نے میوزک کلچر کو گلی گلی پہنچا دیا بعد ازاں کمپیوٹر انٹرنیٹ کے ذریعے فحاشی کو فروغ حاصل ہوا اور سب سے آخر میں CABLE NETWORK کے ذریعے انتہائی سستے داموں گھر گھر عریانی، فحاشی، ناچ، میوزک اور لاابالی پن کے متحرک تصویری مناظر کی نمائش کے جال پھیلا دیے گئے۔

آج کا مغرب ماضی کی تہذیبوں کے مقابلے میں اخلاقی اعتبار سے کہیں زیادہ گراوٹ کا شکار ہے اور کتابوں میں نصف صدی پہلے جو نظریات درج ہیں ان کو نظر انداز کر کے عملاً ان کی تہذیب و ثقافت جو نقشہ پیش کر رہی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آج مغرب کا انسان بس ایک 'حیوان' ہی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بڑی عمر کے لوگ (پچاس سال کے لگ بھگ) جانتے ہیں کہ پہلے سکولوں، کالجوں کی کتابوں اور کاپیوں کا انداز (GET UP) بڑا معقول، شریفانہ اور اخلاقی تعلیمات سے مزین ہوتا تھا۔ اعلیٰ معیار کی کاپیوں (NOTE BOOKS) پر بھی عام طور پر اعلیٰ علمی مقولے (CAPTIONS) یا رباعیات (STANZAS) درج ہوتے تھے (جن میں

دو انگریزی رباعیات بطور نمونہ اس شمارے میں پیش خدمت ہیں) اس کے برعکس آج کی کا پیاں بالعموم اس قسم کی کسی اخلاقی تعلیمات سے تہی دامن ہیں بلکہ منفی اثرات کی حامل عبارت کی تشہیر کا ذریعہ ہیں بچوں کے عام استعمال کی چیزیں اور کھانے کی چیزوں کی پیکنگ تک میں فلمی ستاروں اور کرکٹ کے کھلاڑیوں کے لچر انداز والی تصویریں اور عریانیت کی حامل عبارات درج ہوتی ہیں۔ اس سے اندازہ کرلیں اگر ہمارے ہاں یہ حال ہے تو مغرب جو ہم سے بہت آگے ہے وہ کہاں کھڑا ہوگا۔

گویا آج کی مغرب تہذیب وثقافت بھی ایک خوفناک موڑ (TURN) پر ہے جہاں سے تباہی کے ایک گہرے غار یا گمنامی کے ایک BLACKHOLE کی طرف بڑھ رہی ہے جہاں سب کچھ تباہ ہوجائے گا ــــــــــــ رہے نام اللہ کا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

آج کے مغربی معاشرے کے دو رُخ یا پہلو ہیں ایک اس کا نگاہوں کو خیرہ کرنے والا ظاہر ہے جسے علامہ اقبال نے DAZZLING EXTERIOR کہا تھا اور ایک اس کا باطن اور INTERIOR ہے یہ باطن سائنسی طرز فکر اور ٹھوس تجرباتی علوم ہیں۔ مغربی افکار کی بنیاد میں یہ پہلو خالص اسلامی اور قرآنی (QURANIC) ہے۔

آج کی دنیا میں ''علم'' کے نام سے منظر عام پر جو مواد موجود ہے اور جس سے ترقی پذیر اقوام مرعوب ہیں اس کی مثال معلومات کے ایک بہت بڑے ڈھیر HEAP OF INFORMATION کی سی ہے جس میں ہر طرح کی معلومات شامل ہیں خیر بھی ہے شر بھی ہے، نیکی بھی ہے بدی بھی ہے، کارآمد معلومات بھی ہیں اور 'شرما' دینے والی حیا سوز معلومات بھی 'غرض ہر طرح کا رطب ویابس موجود ہے۔ لیکن اس میں سے کام کی معلومات نکالنا بہت مشکل ہے اس لیے کہ جدید دور میں کمپیوٹر کی ایجاد سے علم ہر انسان کی دسترس میں آچکا ہے اور اپنے مطالعہ کی میز پر بیٹھے بیٹھے دنیا بھر کی معلومات اور دنیا بھر کے انسائیکلوپیڈیاز سے استفادہ کرسکتا ہے ، دنیا بھر کی لائبریریوں میں جاسکتا ہے دنیا بھر کی یونیورسٹیوں کے بارے میں ہر طرح کی معلومات حاصل کرسکتا ہے۔

لیکن ــــــــــــ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ ایک مافیا اور ASTER MIND درپردہ اس سب کے پیچھے ہے جو انسان کو اپنی مرضی کی راہ پر لے جانا چاہتا ہے اور اسی طرح بے

راہ روی کی طرف لے کر جانا چاہتا ہے۔

لہذا آپ کمپیوٹر پر کوئی انفارمیشن لینا چاہیں تو عریانی، فحاشی، بے حیائی کے مناظر از خود پہلے ہی انسان کا دامن پکڑ لیتے ہیں اور انسان اپنے آپ پر قابو نہ پا سکے تو اپنے مطلوب ومقصود کے حصول کی بجائے انسان دوسری قسم کی معلومات میں سرگرداں ہو جاتا ہے اور بہت دیر بعد ہوش آتی ہے کہ میں کہاں چلا تھا اور کہاں پہنچ گیا۔

نتیجہ کے طور پر ———— یہ ساری علم کی فراوانی ———— علم کی خدمت کم اور مغربی اقوام کے پس پردہ عوامل کی خواہشات کی تکمیل زیادہ ہے اور کمپوٹر پر بیٹھنے والا انسان فائدہ کم حاصل کرتا ہے اور اپنا اور اپنی سوچ کا نقصان زیادہ کر لیتا ہے۔

آئینۂ
ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ
جنوری تا دسمبر 2009ء

قارئین کرام کی سہولت اور دلچسپی کے لئے گزشتہ سال (2009ء) کے تمام شماروں کے مضامین کو ایک نگاہ میں دیکھنے اور کسی مضمون کی تلاش میں آسانی کے لئے ہر شمارے کے مضامین کی فہرست یکجا ہدیۂ قارئین ہے۔

جنوری 2009ء

1	فرمانِ خداوندی (سورۃ الحشر کی آیات)		4
2	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	7
3	فریضہ اقامت دین، رکاوٹیں اور ان حل	رشید عمر	9
4	عقل و نقل کی کشاکش کی تاریخ اور فتنہ انکارِ سنت ﷺ	انجینئر مختار فاروقی	20
5	سلطان صلاح الدین ایوبیؒ	انجینئر مختار فاروقی	39
6	قرآن میں پوشیدہ حقائق		46
7	الصلوٰۃ الوسطیٰ قرآن مجید میں سیاق کلام اور احادیث نبویہ کی روشنی میں	انجینئر مختار فاروقی	48
8	آئینۂ حکمت بالغہ 2008ء		58

فروری 2009ء

1	فرمانِ خداوندی (سورۃ الممتحنہ کی آیات)		4
2	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	7
3	آہ! (مقبوضہ) حیدرآباد (دکن)	انجینئر مختار فاروقی	13
4	ختم نبوت میں ازواجِ مطہرات کا پہلو	انجینئر مختار فاروقی	20
5	سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ	انجینئر مختار فاروقی	51

6	تبصرۂ کتب		59
7	حقیقت علم نمبر (اگست 2008ء) پر اہل علم کے تبصرے		
	ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی۔ اعجاز احمد بٹ۔ پروفیسر علی حسن مظفر		62

مارچ 2009ء

1	فرمانِ خداوندی (سورۃ الممتحنہ کی آیات)		4
2	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	7
3	حضور ﷺ بحیثیت مظہر تکمیل نبوت ورسالت	سابق چیف جسٹس قدیر الدین احمد	9
4	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ	انجینئر مختار فاروقی	37
5	تبصرۂ کتب		55
6	ایڈیٹر کے نام ڈاک		
	ضمیر اختر خان۔ عبداللہ بلوچ۔ مولانا الطاف الرحمٰن بنوی۔ قاضی عبدالقادر		58

اپریل 2009ء

1	فرمانِ خداوندی (سورۃ الممتحنہ کی آیات)		4
2	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	7
3	دہشت گردی اور اصل دہشت گردوں کا حقیقی چہرہ	صدیق صادق	9
4	فرد کیلئے اجتماعیت کی ضرورت اور تنظیم اسلامی کی دعوت	انجینئر مختار فاروقی	27
5	صحیح نظام تعلیم اور پاکستان	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	45
6	حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ	انجینئر مختار فاروقی	57

مئی 2009ء

1	فرمانِ خداوندی		4

2 حرفِ آرزو انجینئر مختار فاروقی 8

3 پہلا حصہ احیاء العلوم کیا ہے؟

☆ حقیقت علم سے احیاء العلوم تک

☆ اقبال کا فلسفہ تعلیم

☆ انسان اور گردوپیش

☆ موجودہ مغربی تہذیب کے خدوخال RELIGION اور سیکولرازم کی وضاحت

☆ مغرب میں تجرتی علوم کی تیز رفتار ترقی ،تہذیب وثقافت کی تشکیل

4 دوسرا حصہ احیاء العلوم کیوں ضروری ہے؟

☆ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ

☆ بے خدا سائنس کے خلاف علامہ اقبال کی جنگ

☆ ماضی میں احیاء العلوم کی تحریکیں

☆ مغربی ابلیسی نظام تعلیم اپنے ہاں رائج کرنے کے نتائج

5 تیسرا حصہ احیاء العلوم کیسے ممکن ہے؟

☆ عقل ووجدان کا جداگانہ دائرہ کار

☆ عقل ووجدان کی تفہیم ایک مثال سے

☆ سائنس کا اعلیٰ مدارج پر پہنچ کر فلسفہ کائنات کی صورت اختیار کرنا

☆ سائنس کی ساری علمی تحقیق میں کارفرما نقطہ نگاہ وحدت کائنات کا نظریہ ہی ہے

☆ عقل کا وجدان کی چاکری کے لئے خدمت میں حاضر ہونا

☆ نفسیات کے جدید نظریہ کے تحت ادراک ،بصیرت ووجدان کے ذریعے ہی ممکن ہے

☆ مابعد الطبعیات کے علم کا زندگی کا روح رواں ہونا

☆ علم بالقلب (قلب،روح اور نفس)

☆ علوم کا احیاء......وقت کی ضرورت

6 چوتھا حصہ ریاست،نظام تعلیم ،معلّم

☆ متفرق تحریریں

☆ احیاءالعلوم کی مجوزہ تحریک کا حاصل

☆ وحی اور لادین فلاسفہ

جون 2009ء

1	فرمانِ خداوندی (سورۃ الصّف کی آیات)		4
2	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	8
3	ایک حقیقت_ ایک خواب	انجینئر مختار فاروقی	15
4	خودی اور فلسفہ تاریخ	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	21
5	حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ	انجینئر مختار فاروقی	38
6	معاصر دینی جرائد سے ماخوذ		
	1۔ محدود خواہشات، لامحدود وسائل 2۔ برنباس کی انجیل		47
7	تبصرۂ کتب		56
8	گزشتہ 25 روزہ تربیت گاہیں، چند شرکاء کے تاثرات		59

جولائی 2009ء

1	فرمان خداوندی (سورۃ الصّف کی آیات)		4
2	حرف آرزو	انجینئر مختار فاروقی	7
3	وائٹ ہاؤس کے مکینوں کے نام	محمد فہیم	11
4	2009ء انصاف کی فراہمی کا سال	انجینئر مختار فاروقی	16
5	جاگ مسلمان جاگ	پروفیسر علی حسن مظفر	30
6	حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ	انجینئر مختار فاروقی	37
7	مدیر کے نام		

	پرفیسر حسن محمود اقبال۔ پروفیسر یونس جنجوعہ۔ ڈاکٹر محمد امین۔ ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی		46
8	ڈاکٹر رفیع الدین صاحب کی احیاء العلوم کے ضمن میں فزکس کے شعبہ میں تعارفی ٹیکسٹ بک کا ایک باب		52

اگست 2009ء

1	فرمان خداوندی (سورۃ الجمعہ کی آیات)		4
2	حرف آرزو	انجینئر مختار فاروقی	7
3	رسول اکرم ﷺ نے رمضان المبارک کیسے گزارا؟	انجینئر مختار فاروقی	8
4	امریکی شرات ''الفرقان الحق'' کا تجزیاتی مطالعہ	حافظ محمد سمیع اللہ فراز	15
5	ایمانیات اور دین حق کا ثبوت	مدثر رشید	23
6	فرد، انقلابی جماعت، ریاست اور مراحل انقلاب	انجینئر مختار فاروقی	47
7	28 رجب یوم سقوطِ خلافت	انجینئر معیز مبین	61

ستمبر 2009ء

1	فرمان خداوندی (سورۃ الجمعہ کی آیات)		4
2	حرف آرزو	انجینئر مختار فاروقی	7
3	حضرت احمد شاہ ابدالی رحمہ اللہ	انجینئر مختار فاروقی	14
4	موجودہ درسی کتابوں کے نقائص	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	27
5	قرآن مجید کی پانچ بنیادی اصطلاحات (4) ارادہ	انجینئر مختار فاروقی	36
6	HEAVEN BENEATH HER HEALS	TAHIRA RABBANI	63

اکتوبر 2009ء

1	فرمان خداوندی (سورۃ المنافقون کی آیات)		4
2	حرف آرزو۔ اتحاد امت کیلئے کرنے کے بنیادی کام (حصہ اول)	انجینئر مختار فاروقی	7
3	کیا ذکر اللہ سے مراد منزل من اللہ،		

	آخری کتاب قرآن مجید ہے؟	انجینئر مختار فاروقی	18
4	حیرت انگیز سائنسی انکشافات (1)	انجینئر سلطان بشیر محمود	31
5	ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب کی فزکس کے شعبہ میں تعارفی ٹیکسٹ بک کا ایک باب		44

نومبر 2009ء

1	فرمان خداوندی (سورۃ المنافقون کی آیات)		4
2	حرف آرزو۔اتحاد امت کیلئے کرنے بنیادی کام (حصہ دوم)	انجینئر مختار فاروقی	7
3	قرب الٰہی کے دو مراتب	انجینئر مختار فاروقی	17
4	سلطان فتح علی ٹیپو شہیدؒ	انجینئر مختا فاروقی	41
5	مدیر کے نام پروفیسر مہر غلام سرور	ضمیر اختر خان	60

دسمبر 2009ء

1	فرمان خداوندی (سورۃ المنافقون کی آیات)		4
2	حرف آرزو۔خودی ہے تیغ، فساں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه	انجینئر مختار فاروقی	7
3	خودی اور مشاہدۂ قدرت	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	16
4	انسانی جسم اور ذہن پر موسیقی کے اثرات	ڈاکٹر گوہر مشتاق	25
5	حجاب کے جرم میں شہید کی جانیوالی خاتون	محمد زبیر خان	39
6	حیرت انگیز سائنسی انکشافات (2)	انجینئر سلطان بشیر محمود	42
7	JINNAH'S VISION OF ISLAMIC IDEOLOGICAL PAKISTAN	MOHAMMED FAHEEM	64

حضرت ٹیپو سلطان کی شہادت (4 مئی 1799ء) کی یاد میں

ہے عجب داستاں شیرِ میسور کی جس نے حق کے لئے اپنی جاں وار دی
اس کو پہچان کر تو بتاؤ ذرا مردِ میدان وہ ٹیپو سلطان تھا
اس کو حضرت علیؓ سے یہ نسبت بھی تھی فاطمہ ماں تھی اور باپ حیدر علی
گو عدو ہی عدو اس کے تھے چار سُو پھر بھی چھوڑا نہ دل اپنی بدلی نہ خو
بند کمرے میں ننگا نہاتا نہ تھا اس کو آتی تھی ایسے میں رب سے حیا
اس کی ڈائیری میں مندرج اک خواب ہے ربِ کعبہ کی رحمت کا جو باب ہے
کہ ملے خواب میں اس کو حضرت علیؓ اور بتایا ترے منتظر ہیں نبیؐ
کہ تمہیں ساتھ لے جائیں وہ خلد میں اور اپنی معیت میں رکھیں تمہیں
جس کی ہو منتظر رحمتِ دو جہاں مدح اس کی کروں میری ہمت کہاں
دینِ احمدؐ کا جس نے بھی رکھا بھرم اس کو ساتھ اپنے رکھیں گے شاہِ اممؐ
جس نے دیں کے لئے جاں قربان کی زندگانی اسے غیر فانی ملی
جیتے جی اپنے سر کو جھکا نہ سکا جاتے جاتے فرنگی کی جاں لے گیا
قول ٹیپو کا سب کے ہے وردِ زباں اس کے کردار کا جو کہ ہے ترجماں
گر چہ سو سال بھی جی لے گیدڑ یہاں شیر کا ایک دن ہے فزوں بے گماں
ہسٹری سے ہمیں یہ ملا ہے سبق پھوٹتی ہے شہیدوں کے خوں سے شفق
مثلِ ٹیپو اویسی جیو اور مرو شیرِ میسور کی پیروی تم کرو

دورِ حاضر میں اسلامی ریاست کے خدوخال

اور قیام کا طریق کار

مملکت خداداد پاکستان میں

بے حیائی کے سیلاب اور سیکولرازم کی روشن خیالی کے اندھیرے کے ماحول میں

عدلیہ کی بالا دستی کی خاطر دھونس اور آمریت کے خلاف

وکلاء کی بے نظیر تحریک نے تحریکِ پاکستان کی یاد تازہ کردی ہے

اب 1940ء۔1947ء کے بے مثال جذبے اور

پاکستان کا مطلب کیا؟............

کی سوچ کو نئی زندگی دینے کے لیے بھی قوم کی نگاہیں اسی طبقہ وکلاء پر مرکوز ہیں

اس جذبے کی آبیاری اور گوہر ہائے نایاب کی حوصلہ افزائی کے لیے اسی موضوع پر

کل پاکستان وکلاء برادری کے درمیان

......کتاب نویسی کا مقابلہ......

اوّل دوم سوم آنے والی کتب پر گراں قدر انعامات دیے جائیں گے

تفصیلات حکمت بالغہ کے ماہِ فروری 10ء کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

یا 20 جنوری 10ء کے بعد درج ذیل پتے پر حاصل کریں

انجینئر مختار فاروقی صدر انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

قرآن اکیڈمی لالہ زار کالونی نمبر 2 ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

047-7628361-7628561-03016998587

فرمودۂ اقبال

عقل گو آستاں سے دور نہیں

اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں
علم میں بھی سرور ہے لیکن
یہ وہ جنّت ہے جس میں حوُر نہیں
کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحبِ سرور نہیں
اک جنوں ہے کہ باشعور بھی ہے
اک جنوں ہے کہ باشعور نہیں
ناصبوری ہے زندگی دل کی
آہ! وہ دل کہ ناصبور نہیں!
بے حضوری ہے تیری موت کا راز
زندہ ہوتو تو بے حضور نہیں
ہر گہر نے صدف کو توڑ دیا
تو ہی آمادۂ ظہور نہیں
اَرِنی ُمیں بھی کہہ رہا ہوں مگر
یہ حدیث کلیمؑ وطور نہیں